ماہنامہ
کرن
JANUARY 2006
سالِ نو مبارک
عید نمبر
اس شمارے کے ساتھ
کرن کتاب
گوشت کے پکوان

غزل یاسر ملک

digest novels lovers group ❤️❤️

بڑی سڑک کے بالکل کارنر پر وہ نیا خوب صورت سفید ماربل سے بنا چمکتا بنگلہ سورج کی تیز روشنی میں لش لش کرتا دور سے نظر آتا تھا بلیک گلاس کی دلاویز پینٹنگ سے مزین ونڈو اور خوب صورت جدید ڈیزائن دار جالیوں والا گولڈن اور بلیک امتزاج والا مین گیٹ وہاں کے مکینوں کی خوش ذوقی کی عکاسی کرتا تھا سرسبز اونچے گھنے ہرے ہرے درختوں والے لان کا منظر نیچی دیوار ہونے کے باعث سامنے سڑک سے ہی ٹھٹھکا دیتا تھا کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک نو تعمیر شدہ بدوضع سی عمارت تھی جو تین مہینے کی قلیل مدت میں تعمیر ہو کر سڑک سے گزرنے والوں کی توجہ ایک لمحے کے لیے اپنی طرف مبذول کروالیتی تھی۔

اس کے بالکل ساتھ ہی کچھ عام سا پرانے اسٹائل سے بنا مگر خاصا صاف ستھرا ایش گرے پینٹ والا گھر تھا جس کے گول گول لوہے کے گیٹ کا کلر کچھ ڈارک تھا وہ باہر سے ہی مکینوں کی حالت زار کو ظاہر کرتا تھا گو کہ وہ گھر کوئی ٹوٹا پھوٹا بوسیدہ سا نہیں تھا بلکہ خاصا' روشن اور صاف ستھرا دکھائی دیتا تھا مگر اس بنگلہ کے آگے اس کی ویلیو 70۔CD اور BMW کے فرق جیسی لگتی تھی باہر سے گزرنے والا ہر انجان شخص دونوں گھروں کو دیکھ کر الگ الگ رہائشی کا گھر مانتا تھا مگر بنگلہ کے لان اور گھر کے صحن کے وسط میں کھلتا ایک دروازہ دونوں گھروں کے مکینوں کو باہم ملانے کا کام کرتا تھا۔

اب بھی لان سے ایک نازک وجود ہاتھ میں ریکٹ لیے بیزار سا صحن میں جھانک رہا تھا جب ہی اس کی آنکھوں میں چمک لہرائی صحن میں لان کی طرف پشت کیے کوئی کرسی پر بیٹھا سامنے والی کرسی پر ٹانگ پھیلائے ہوئے تھا صحن میں لگے پودوں میں سے کہیں کہیں ٹماٹر' ہری مرچیں اور لیموں جھانک رہے تھے نازک وجود نے اپنے ہاتھ میں ریکٹ دیکھا پھر صحن میں موجود آرام کرتے وجود پر نظر ڈالی اور بے ساختہ مسکرا دی۔

"مجھے کہا مصروف ہوں صبح صبح یونیورسٹی جانا ہے اور جناب یہاں سن باتھ لے رہے ہیں۔"

مکمل ناول

کل ہی اس کے ایڈمیشن فارم کے سلسلے میں اس نے کئی عذر تراشے تھے بہانے بنائے تھے وہ کچھ غصہ میں آگے آئی اور آہستگی سے اس کی پشت سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی دوسرے ہی لمحے ریکٹ والا ہاتھ اٹھا اور تڑاخ کی آواز کے ساتھ سن باتھ کا مزہ لیتے وجود کے سر پر پڑا صحن کی طرف آتا جالی کا دروازہ کھولتا صارم منہ کھولے وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور آوچ کی آواز کے ساتھ وہ شخص بلبلا کر کھڑا ہوا تھا وہ اپنی سریلی ہنسی ہنسنے لگی مگر جیسے ہی اس شخص کا رخ روشن اس کی سمت ہوا یکلخت ہنسی رک گئی اسے اپنی بصارت پر شبہ ہونے لگا وہ جو کوئی بھی تھا اپنے سر پر ہاتھ رکھے خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"وہ میں..... میں سمجھی صارم۔" وہ ایک انجان اجنبی کو اس گھر میں دیکھ کر بوکھلائی ان پندرہ دنوں میں سوائے صارم سطوت اور پھوپھو کے اسے کوئی چوتھا وجود نظر نہیں آیا تھا۔

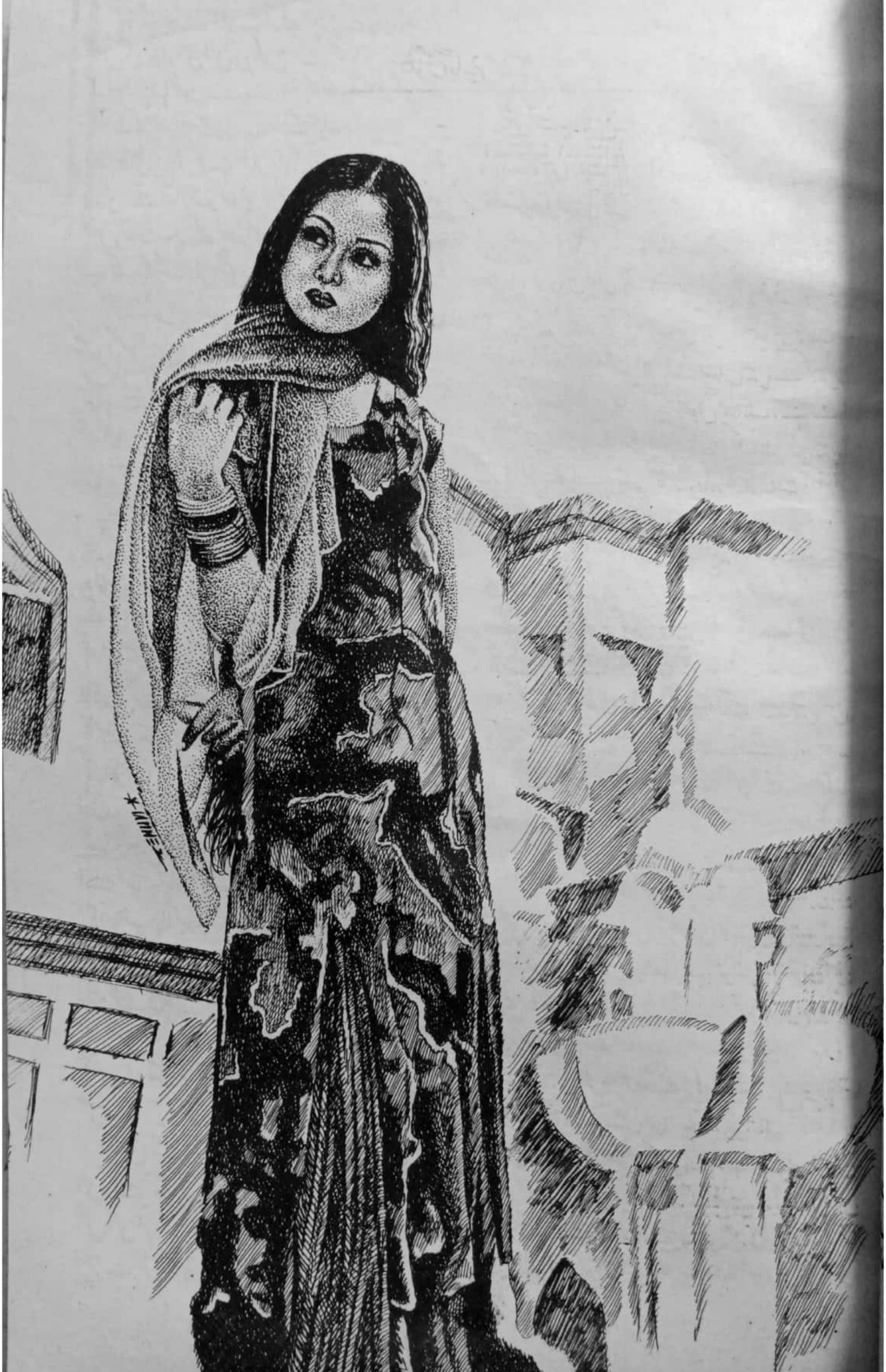

"ہاؤ ڈو یو....." اونچے، لمبے، چوڑے وجود والے شخص کی آواز بھی اسی کی طرح سخت تھی اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ۔۔۔ اس کا گلا دبا تا منہ کھولے ساکت کھڑا صارم تیزی سے آگے آیا۔

"بھائی یہ یشرح ہے اقبال ماما کی یشرح۔" صارم نے جلدی سے تعارف کروایا آنکھوں سے بھسم کرتا وہ شخص تعارف پر کچھ ٹھنڈا ہوا لیکن ماتھے پر ابھری رگ اب تک پھڑک رہی تھی۔

"اور یشرح یہ خبیب بھائی ہیں۔" یشرح کے ذہن میں جھماکا سا ہوا یہ نام تو وہ مسقط میں بھی بابا کے منہ سے سنتی آئی تھی اور یہاں آئے پچھلے پندرہ دنوں میں ہر کوئی ۔۔۔ اسی شخص کا کلمہ پڑھ رہا تھا خاص طور پر اس کے سنجیدہ، سوبر، قدرے اکھڑ اور روڈ رویے کے متعلق ہی سنا تھا البتہ کہیں کہیں مخلص، محنتی، قابل اور ایمانداری کے بھی ٹانکے لگائے جاتے تھے اور اس کے محنتی، قابل اور ایماندار ہونے کی تو وہ بغیر اسے دیکھے ملے ہی قائل تھی مسقط سے بابا نے اسے یہ بنگلہ اپنی نگرانی میں بنوانے کی ذمہ داری دی تھی جسے اس نے بڑی خوش اسلوبی سے پورا کیا تھا صرف اپنی نگرانی میں کام ہی نہیں کروایا بلکہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال بھی باخوبی کیا تھا جسے دیکھ کر اسے لازمی طور پر خوش ذوق تسلیم کرنا پڑتا تھا۔

"السلام علیکم۔" اس نے مرے مرے انداز میں اسے سلام کیا وہ حسب توفیق اسے گھورتا سر ہلا کر اندر کی جانب چلا گیا۔

"تم پھوٹ نہیں سکتے تھے کہ ظل الٰہی کا نزول ہو چکا ہے کل کتنی دیر تک میں یہاں تھی۔"

شرمندہ شرمندہ سی وہ صارم پر چڑھ دوڑی اس جیسے شخص کی پہلی ملاقات ہی اسے ۔۔۔ بھاری پڑ گئی تھی۔

"بی بی آپ صرف رات گیارہ بجے تک یہاں تھیں اس وقت تک ہمیں بھی خبر نہیں تھی رات ڈھائی بجے ظل الٰہی اچانک ہی پہنچ گئے آنکھ مل مل کر تو میں نے بستر سے نکل کر گیٹ کھولا تھا۔"

"لو گھر آتے ہوئے کیا بتاتے نہیں ہیں یہ کیا سرپرائز ہے۔" وہ دھپ سے کرسی پر گر گئی صارم نے بھی اس کی تقلید کی۔

"یہ سرپرائز نہیں ان کی عادت ہے کبھی بھی چھاپہ مار دیتے ہیں ویسے بھی برا وقت بتا کر کب آتا ہے اچھا خاصا ئی وی لاؤنج میں کمبل میں لیٹ کر اپنی مونیکا سے پیاری پیاری باتیں کر رہا تھا جب چھاپہ مار دیا ایک تو توبہ ان کی گھوریاں یوں لگتا ہے سارا دل کا حال جان رہے ہیں میری تو نیند بیچاری یوں دم دبا کر بھاگی کہ فجر تک مناتا رہا نیند تک ان کی سختی نہیں سہہ پائی حالانکہ صرف ایک لفظ پوچھا تھا "بلز....." جلدی سے ٹیلیفون، بجلی، گیس وغیرہ کے سارے بل ان کے آگے رکھے امی کے ڈاکٹر کے بارے میں مختصراً رائے دی تو سر ہلاتے ٹیلی فون کی طرف دیکھتے اپنے کمرے میں چلے گئے ارے بندے کی اپنی زندگی بلیک اینڈ وائٹ ہے تو ہے دوسرے کی زندگی تو کلر فل رہنے دے مگر نہ۔ جی خود بے رنگ ہیں تو مجھ پر کہاں رنگینی آسکتی ہے اپنی ایسی قسمت کہاں....." ڈھیروں شکوے شکایت اسے سناتا وہ آخر میں ٹھنڈی سانس بھرنے لگا وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"بڑا قہقہہ نکل رہا ہے اگر ان ٹائم پر انٹری نہ دیتا تو وہ اپنی نگاہوں سے ہی جلا کر بھسم کر چکے ہوتے اور حیرت ہے تم نے انہیں پہچانا نہیں۔"

"مجھے کیا غیب کا علم ہوتا ہے ان کی پشت تھی میں سمجھی تم ہو....." پہلے کی شرمندگی دوبارہ عود کر آئی۔

"ارے واہ میں کیا اتنا اسمارٹ نظر آتا ہوں بھائی کے ساتھ کہیں نکلوں تو اپنی ویلیو تو بالکل ڈاؤن لگتی ہے ساری خوب صورت بدصورت لڑکیاں انہیں کو توجہ دیتی ہیں میں بیچارہ تو کہیں کونے میں گم ہو جاتا ہوں خوف کے مارے میں ان کے ساتھ کہیں آتا جاتا ہی نہیں خوامخواہ کا احساس کمتری رہتا ہے۔"

"ارے یشرح تم ....." سطوت نے جالی کے دروازے سے جھانکا پھر وہیں صحن میں چلی آئی۔

"کالج کے ایڈمیشن کا کیا ہوا۔" دور رکھی کرسی

گھسیٹ کر سطوت بھی وہیں بیٹھ گئی۔
"فارم جمع کروانے ہیں اور یہ موصوف یہاں وہاں کے بہانے بنا رہے ہیں..... صارم پلیز آج جا کر جمع کروا دو بابا کے پاس ذرا بھی ٹائم نہیں ہے۔" یشرح نے آخر میں صارم کی منت کی۔
"ابھی دے دو جمع کروا تا جاؤں گا..... ماما کو پریشان مت کرنا۔"
"ابھی مجھے کام سے جانا ہے اپنے....."
"سطوت تم بھی آجاؤ بابا کل میرے لیے اتنے پیارے سوٹ لائے ہیں تمہیں دکھاؤں" وہ اٹھتے اٹھتے سطوت سے بولی تو سطوت اس کے ساتھ جانے لگی صارم بھی ان کے پیچھے چلنے لگا وہ اندر آکر فارم نکالنے لگی۔
"ماما ہیں یا چلے گئے آفس۔" ادھر ادھر دیکھ کر صارم نے پوچھا۔
"صبح ہی نکل گئے ہیں ہمدانی صاحب کا فون آیا تھا سارا بزلس وائنڈ اپ کروانا کتنا مشکل ہے بابا بھی پریشان ہیں مما کے بعد تو ویسے بھی وہ ست ہوتے جا رہے ہیں۔"
"ہم سب مل کر ان کی شادی کروا دیتے ہیں ان کی ساری سستی ختم ہو جائے گی اور ہم لوگ بھی کچھ ہلا گلا کر لیں گے ہمارے گھر تو لگتا ہے شاید ہی کبھی شادیانے بجیں۔" صارم نے حسرت آمیز انداز میں کہا۔ وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ "سطوت کی شادی ہو گی تو مزہ آئے گا کب تک کا کہا ہے ابرار بھائی لوگوں نے۔"
سطوت کی منگنی کچھ عرصہ پہلے ہی خبیب کے جاننے والوں میں ہوئی تھی۔
"یہ تو جائے گی ناں مگر ہمارے یہاں شاید ہی کوئی آئے جب تک خبیب بھائی شادی نہیں کریں گے میری باری نہیں آئے گی کیونکہ امی نہیں مانیں گی اور میں جانتا ہوں بھائی شادی ہرگز نہیں کریں گے۔"
صارم نے برا سا منہ بنایا تو سطوت کو خاصا برا لگا۔
"کیوں نہیں کریں گے انشاء اللہ ہماری بھی بھابھی آئے گی بھائی پر کتنی ذمہ داریاں ہیں کتنے مسائل ہیں تمہاری طرح مونیکاؤں کے پیچھے نہیں خوار ہوتے۔"
"ارے چھوڑو چھوڑو..... مونیکائیں بھی کچھ دیکھتی ہیں ایسی اسمارٹنس کا کیا فائدہ۔"
"افوہ..... کس بحث میں پڑ گئے یہ لو..... یاد سے جمع کروا دینا۔" یشرح نے فارم صارم کو پکڑایا تو وہ گھڑی پر نظر ڈالتا فوراً" ہی اٹھ گیا یشرح سطوت کو اپنے نئے کپڑے دکھانے لگی۔

☆ ☆ ☆

بڑی سی ڈائننگ ٹیبل پر بھاپ اڑاتا مٹر پلاؤ اور جنجر چکن سجا تھا ساتھ ہی رائتہ اور سلاد تھا بشیراں گرم گرم چپاتیاں لا لا کر ہاٹ پاٹ میں رکھ رہی تھی رمضان جگ گلاس وغیرہ رکھنے لگا۔ یشرح کرسی پر بے تاب سی بیٹھی بابا کا انتظار کر رہی تھی۔
"رمضان جلدی سے بابا کو بلاؤ بہت بھوک لگی ہے۔" رمضان جگ رکھتا بابا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا
آج کالج کا پہلا دن تھا جلدی میں نہ ناشتا کیا تھا نہ وہاں کینٹین سے کچھ لے کر کھایا تھا سو چا تھا جاتے ہی

سنجیو کپور کی کتاب "کھانا خزانہ" کی کامیابی کے بعد لذیذ کھانوں کی ترکیبیں

انڈین کھانے

سنجیو کپور

قیمت =/250 روپے

ڈاک خرچ =/30 روپے

آج ہی گھر بیٹھے منگوانے کے لیے

=/280 روپے کا منی آرڈر یا ڈرافٹ ارسال کریں

منگوانے کا پتا

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

فون نمبر 2216361

کھانے پر ٹوٹ پڑے گی مگر آج بابا جلدی آگئے تو وہ ان کا انتظار کرنے لگی۔

"ارے بیٹا تم بسم اللہ کرو....." کف کے بٹن بند کرتے ہوئے بابا جلدی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

"کبھی کبھار تو آپ لنچ پر ہوتے ہیں مسقط میں تو پھر مما کی وجہ سے تقریباً" روز آجاتے تھے مگر یہاں تو کتنے دنوں سے میں تنہا ہی ڈائننگ ٹیبل پر ہوتی ہوں۔" اس نے پلیٹ بھر کر مٹر پلاؤ نکال کر شکوہ کیا۔

"ہاں مسرت نے بھی جانے میں جلدی کی کتنے پروگرام بنائے تھے ہم لوگوں نے تمہارے حوالے سے تمہاری اسٹڈیز شادی چھوٹی چھوٹی خوشیاں وہ تو روزانہ لنچ سے پہلے ہی مجھے فون کر دیتی تھی تو بھوک چمک اٹھتی تھی اب تو بھوک بھی مر گئی ہے....." چار سال پہلے وہ اپنی پیاری شریک حیات کو کھو چکے تھے ان کے لہجے میں ملال گھل گیا یشرح منہ میں چمچہ ڈالتی ٹھہر سی گئی کتنے خوش تھے وہ لوگ ایک مکمل فیملی تھی ان کی' مما کی محبت' توجہ' پیار' پاپا اور مما کی چھوٹی چھوٹی باتیں فضول کی نوک جھوک جس کا اپنا مزہ ہوتا تھا ان کے ہاتھ کے ذائقے دار کھانے حالانکہ گھر میں ایک کل وقتی ملازمہ تھی مگر وہ کھانا اپنے ہاتھ سے ہی بناتی تھیں۔

پھر پتہ نہیں کیا ہوا ایک رات وہ سوئیں تو دوبارہ اٹھیں نہیں حالانکہ انہیں معمولی سا نزلہ زکام تک نہ تھا ٹوٹ تو وہ بھی گئی تھی مگر بابا تو بالکل ہی بکھر گئے تھے۔

اس نے اپنے بابا کی طرف دیکھا چھ فٹ سے اونچے سرخ و سفید رنگت اور خوب صورت نقوش والے اسمارٹ سے بابا اب بھی کئی نگاہوں کا مرکز ہوتے تھے۔ کنپٹیوں کے ساتھ کہیں کہیں سفید بالوں نے انہیں اور سوبر بنا دیا تھا ہر وقت ہنستے رہتے تھے اب چہرے پر ایک تھکن سی تھی سر جھکائے وہ آہستہ آہستہ کھانا۔ کھا رہے تھے۔

"سب مل کر ان کی شادی کروا دیتے ہیں۔" اس کے ذہن میں صارم کا جملہ گونجا وہ اب بھی نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھے۔

"بابا آپ کو مما سے بہت محبت تھی۔" کچھ جھجک کر اس نے پوچھا۔

"کیوں آپ کو نہیں تھی مما سے محبت۔" اقبال انصاری نے بچوں جیسے انداز میں اس سے پوچھا وہ جھنجھلا گئی۔ بابا شروع سے ہی اسے امیچور اور لاابالی سا سمجھتے تھے۔

"ظاہر ہے ماں سے سب کو محبت ہوتی ہے میں تو آپ کی بات کر رہی ہوں۔"

"تو بیوی سے بھی سب کو محبت ہوتی ہے۔" اقبال صاحب پر شفقت انداز میں مسکرائے۔

"نہیں ہوتی ہے ہر ایک کو..... بیوی کے مرنے کے بعد فوراً" سہرا سجا لیتے ہیں۔"

"ہاں تو وہ بھی بیوی ہو جاتی ہے تو خود بخود محبت ہو جاتی ہے..... اسلام علیکم ماما....." اندر آتے صارم نے اس کی بات اچک لی پھر اقبال انصاری کے آگے جھکا انہوں نے سر پر ہاتھ پھیرا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"کہاں ہوتے ہو تم کئی دن سے نظر نہیں آرہے"۔ انصاری صاحب نے اپنے اس شریر سے بھانجے سے پوچھا۔

"کیا بتاؤں ماما کیسی جیل جیسی زندگی ہے اپن کی آج کل تو جیلر صاحب بھی بڑے غصے میں ہیں سارے عتاب مجھ غریب پر نازل ہو رہے ہیں اب اگر امی کا بی پی شوٹ کر گیا ہے تو مجھ بیچارے کا کہاں قصور بنتا ہے مگر انہیں کون سمجھائے۔" پلیٹ لے کر وہ چاول ڈالنے لگا۔

"کیا ہوا آپا کو..... کیسے شوٹ کر گیا بی پی مجھے کسی نے نہیں بتایا۔" انصاری صاحب پریشان ہو گئے۔

"ارے کچھ نہیں ماما صحیح ہیں امی کل رات کو اسلام آباد سے فیروزہ خالہ کا فون آیا تھا کچھ طبیعت خراب ہے ان کی بس انہوں نے دل پر لے لیا بی پی شوٹ کر گیا۔"

"فیروزہ کو کیا ہوا خیریت تو ہے۔" انصاری صاحب کو دوسری بہن کی فکر ہوئی اتنا عرصہ باہر رہے تھے اب اس عمر میں دونوں بہنوں سے ملے حالات کا علم ہوا تھا تو

فکر بھی ہوئی ورنہ پردیس میں تو کبھی کبھار خط و کتابت یا کبھی کبھار فون کا سلسلہ تھا جس میں بس خیر خیریت ہی معلوم ہوتی تھی۔

"خالہ جانی بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں کبھی کبھار دل ناراض ہو جاتا ہے تو پریشان ہو جاتی ہیں۔"

"کیا مطلب کیا ہوا ہے فیروزہ پھوپھو کو۔" اس کی لایعنی بات سن کر وہ بھی گھبرائی۔

"ہلکا سا انجائنا کا درد ہوا تھا امی سے فون پر بات کی تو امی پریشان ہو کر اپنا بلڈ پریشر بڑھا بیٹھیں اور ظل الٰہی میرا ریمانڈ لینے پر تل گئے ویسے ماما آپس کی بات ہے یہ خبیب بھائی واقعی میں میرے ہی بھائی ہیں مجھے تو لگتا ہے امی نے انہیں تندور سے اٹھایا تھا مزاج گرم، بھسم کرتی نگاہیں، شعلہ بیان مجھ سے تو بالکل مختلف ہیں۔"

سلاد کے پتے اور چاولوں سے انصاف کرتے صارم کی بات سن کر یشرح اور انصاری صاحب ہنس پڑے۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں ذمہ داریوں کا بوجھ اس نے اپنے کاندھے پر اٹھا لیا رضا بھائی کا جب انتقال ہوا تھا تو وہ میٹرک میں تھا پندرہ سولہ سال کا معصوم سا بچہ ایک ذمہ دار اور میچور مرد بن جائے تو مزاج میں ٹھہراؤ تو آ ہی جاتا ہے....." انصاری صاحب پوری طرح حالات سے آگاہ تھے۔

"یہ ٹھہراؤ نہیں ڈراؤ ہے میں تو کپکپا کر رہ جاتا ہوں صرف ایک دو لفظ کہتے ہیں اور میرے پسینے بہنے لگتے ہیں۔"

"آپا رضا بھائی کے بعد تو بستر سے لگ گئی تھیں تم صرف دس سال کے تھے اور سطوت سات سال کی اس نے جس طرح تم لوگوں کو سنبھالا ہے وہ ہی جانتا ہو گا اور پھر اپنے لوگوں کا نگاہیں بدل لینا چچا تایا کے ہوتے ہوئے در در بھٹکنا اس کی خودداری اور انا نے تو میرے خلوص کا بھی ہاتھ نہیں تھاما تھا دن بھر محنت کرتا تھا تم لوگوں کی فکر ایک باپ کی طرح کرتا تھا....."

"جی ماما ہم سب جانتے ہیں اگر بھائی ہمت نہ کرتے تو ہم سب اب تک سڑک پر ہوتے یا پھر تایا چچا کے دست نگران کی جھڑکیاں کھاتے اپنی پہچان بھی کھو چکے

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

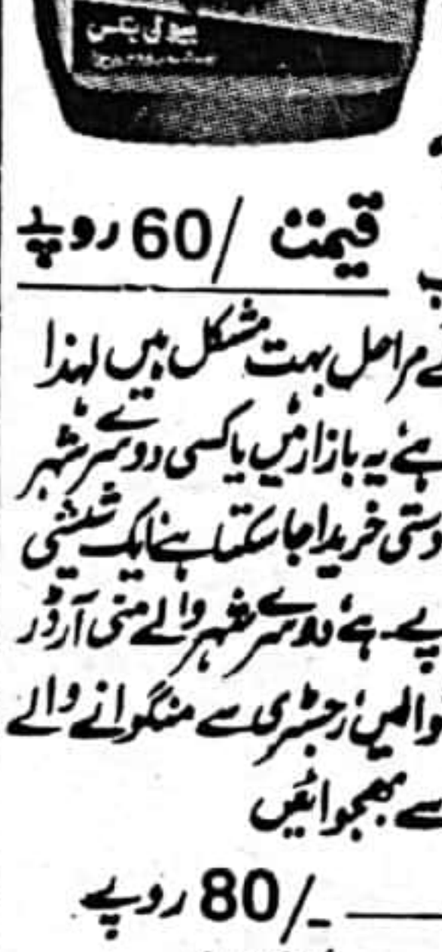

★ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے،
★ نئے بال اگاتا ہے
★ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
★ مردوں عورتوں اور بچوں کے لیے یکساں مفید
★ ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

"سوہنی ہیئر آئل"
12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے ایک شیشی کی قیمت صرف /60 روپے ہے دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں

قیمت /60 روپے

ایک شیشی کے لیے ___/80 روپے
2 شیشیوں کے لیے ___/140 روپے
3 شیشیوں کے لیے ___/210 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں
منی آرڈر بھیجنے کے لیے ہمارا پتا:

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان پتوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور
ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار
کراچی فون نمبر 7735021

ہوتے ان کا پیار اور مان ہی ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔"

صارم کے چہرے پر اپنے بھائی کے لیے احترام و محبت ایک ساتھ نظر آنے لگی یشرح کافی متاثر ہوئی۔

"آپا سے مل کر میں ہمدانی کے پاس چلا جاؤں گا تم پریشان نہ ہونا رات کچھ دیر ہو جائے گی نئے بزنس پارٹنر سے میٹنگ ہے۔" نیپکن سے ہاتھ منہ صاف کر کے انصاری صاحب اٹھ گئے۔

"فکر ہی نہ کریں ماما ہم لوگ اس چڑی دل کو قطعی پریشان نہیں ہونے دیں گے۔" صارم دوبارہ اپنی جون میں آچکا تھا۔

"خود ہو گے بزدل چڑی دل خبیب بھائی کو دیکھ کر تو جان ہوا ہو جاتی ہے۔" یشرح نے مذاق اڑایا۔

"بی بی مجھ جیسا بہادر تو آپ کو چراغ لے کر بھی ڈھونڈے نہ ملے گا بگ بی بظل الٰہی کے مسلسل چھاپہ اور ریمانڈ کے بعد تو سنگلاخ چٹان بھی تھرا اٹھے وہ تو ہم جیسے باحوصلہ بہادر اور نڈر اب تک ان کے ساتھ زندہ سلامت ہیں اتنی ہی ہمت ہے تو ذرا کبھی انہیں مخاطب ہی کر کے دکھا دو گھگھی نہ بندھ جائے تو میرا نام بدل دینا۔" صارم نے گویا چیلنج کیا اور دوبارہ اپنی پلیٹ میں مٹر پلاؤ کو اوپر تک بھرا۔

"آدم خور قبیلے سے تو نہیں ہوں گے چلو اب جاؤ مجھے نیند آرہی ہے....." وہ کرسی کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔ پیٹ میں گندم گیا تو خمار چڑھنے لگا۔

"کیسی بے مروت اور بداخلاق میزبان ہو ابھی تو میں نے جنجر چکن کو چھوا بھی نہیں ہے۔" اس نے للچائی نظروں سے سجی سجائی ڈش کو دیکھا یشرح جانتی تھی کہ وہ بغیر کھائے ٹلنے والا نہیں ہے۔

"میں نے کھانے کو تو منع نہیں کیا۔ ..... رمضان صاحب کھالیں تو سب سمیٹ دینا۔ اچھا اللہ حافظ۔"

"ارے بدتہذیب ' بداخلاق بدگو لڑکی ساری بدیاں تمہارے اندر ہی ہیں میں کیا لالچی ہوں بھوکا ہوں۔" وہ ـــ چمچہ منہ میں بھر بھر کر کیا کیا کہتا رہا۔ وہ ان سنی کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"پھوپھو۔" اس نے اپنی گردن ڈال کر اندھیرے کمرے میں جھانکا رنگ برنگے کپڑوں پر جھکی صبیحہ بیگم نے اسے دیکھا۔

"آؤ اندر آؤ....." وہ جلدی سے ہاتھ میں پکڑا ڈونگا لے کر اندر آگئی باہر کی روشنی سے قدرے اندھیرے میں کمرے میں داخل ہوئی تو اسے کچھ سجھائی نہ دیا۔

"ذرا لائٹ جلاؤ....." اسے آنکھیں پٹپٹاتے دیکھ کر صبیحہ نے کہا مگر وہ خوشی سے بے تاب جلدی جلدی بولنے لگی۔

"پھوپھو میں نے آج نوڈلز ان کو کونٹ ملک خود بنایا ہے آپ کے لیے لائی ہوں ٹیسٹ کر کے بتائیں کیسا ہے۔ میں نے پہلی بار بنایا ہے بلکہ میں نے کیا بشیراں نے....."

لبالب بھرا ڈونگا اس نے پھوپھو کے آگے رکھنا چاہا مگر جانے کیا اٹھی ہوئی چیز تھی جس سے اس کا ہاتھ ٹکرایا اور اس کے ہاتھ سے نازک کانچ کا ڈونگا چھوٹ کر ٹکڑوں میں بٹ گیا' وہ اچھل کر ایک قدم پیچھے ہوئی نوڈلز ان کو کونٹ ملک ٹیسٹ ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔

"جاہل۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی دھاڑ کی آواز پر بری طرح سہم گئی۔ صبیحہ بیگم نے جلدی سے اٹھ کر لائٹ جلائی ان کے پلنگ پر گٹھڑی بن کر لیٹا خبیب سارا کا سارا اس کی محبت سے بنی ڈش میں نہایا ہوا تھا' یشرح کا دل اپنا سر پیٹنے کا چاہنے لگا یہ اس سے دوسری ملاقات تھی جو یوں ہوئی تھی۔

"کیا جہالت ہے یہ تمیز نہیں ہے تمہیں۔" شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتا وہ جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ اس کی گرے شرٹ پر کانچ کے ٹکڑے اور سالن تھا۔ یشرح کے حواس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اوسان رخصت ہونے لگے صارم کے کہے کئی جملے ذہن میں گونجنے لگے۔

"آئی ایم سوری....." وہ ہکلا کر رہ گئی وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں غصہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھوپھو

بے چاری بھی حق دق بیٹھی رہ گئیں پھر اپنے غصیلے بیٹے کو دیکھ کر چوکنا ہو گئیں۔

"چھوڑو بیٹا غلطی ہو گئی..... اندھیرا بھی تو اتنا تھا۔" صبیحہ بیگم نے جلدی سے معاملہ رفع دفع کروایا۔

"جہاں ان کا نزول ہو وہاں اندھیرا ہی ہو سکتا ہے۔" وہ اسے گھور تا طنزیہ کہتا باہر نکل گیا۔ یشرح نے حسرت بھری نظروں سے بیڈ کور اور فرش پر گرے ادرک، کھیرے اور جھینگوں کو دیکھا لمبے لمبے نوڈلز اور چکن بھی یہاں وہاں لڑھک رہے تھے، کئی کانچ کے ٹکڑے بھی تھے۔ کس قدر محنت اور مشکلوں سے اس نے بشیراں کو ساتھ لگا کر بنایا تھا۔

"سطوت بیٹا یہاں آؤ..... یشرح تم کیوں کھڑی ہو کوئی بات نہیں ہے بیٹھ جاؤ" صبیحہ نے سطوت کو آواز دے کر خاموش کھڑی یشرح سے کہا تو وہ مرے مرے انداز پر بیڈ کے کنارے ٹک گئی صبیحہ بستر کی چادر اٹھانے لگیں۔

"اس کی بات کا برا نہ مانو، میں اسے ڈانٹوں گی ذرا مزاج کا روکھا ہے فوراً" ہی گرم ہو جاتا ہے دراصل سب سے بڑا ہے ناں....." صبیحہ اس کا اترا منہ دیکھ کر وضاحت دینے لگیں وہ خاموش رہی تو انہوں نے توقف کے بعد پھر بولنا شروع کر دیا۔

"کل اقبال آیا تھا مجھے دیکھنے فیروزہ کی طبیعت خراب ہے فون آیا تھا۔" پھوپھو جیسے اس کا دل بہلانے لگیں۔

"ارے یہ کیا ہوا۔" اندر آتی سطوت کے لیے صورت حال اجنبی تھی صبیحہ نے ہی مختصراً" بتایا تو وہ ہنس پڑی۔

"تم نے سوچ رکھا ہے ہر ملاقات پر بھائی کو کچھ انوکھا ہی سرپرائز دو گی۔" سطوت نیچے بیٹھ کر کانچ کے ٹکڑے احتیاط سے اٹھانے لگی وہ ویسے ہی سر جھکائے بیٹھی رہی کوئی جواب نہ پا کر سطوت نے گردن موڑی۔

"اور نہیں ہے کیا..... مجھے بھی چکھنے تھے شکل سے تو اچھے لگ رہے ہیں۔" ایک جھینگا اٹھا کر اس نے پوچھا تو وہ کچھ منٹ پہلے کی ساری باتیں بھول کر خوش ہو گئی۔

"ہاں ہے دیگچی میں رکھا ہے ـــ پتہ نہیں کیسا بنا ہو گا میں نے تو چکھا بھی نہیں پہلے پھوپھو کے لیے لے کر آئی تھی مگر....." وہ دوبارہ سے ہونٹ لٹکا کر سطوت کے چلتے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جو لمبے لمبے نوڈلز اور چکن وغیرہ اٹھا اٹھا کر شاپر میں ڈال رہی تھی صبیحہ سارے کپڑے سنبھال کر کونے میں رکھنے لگیں۔

"ذرا یہ چادر دھولوں ورنہ سالن کا داغ رہ جائے گا پھر تمہاری طرف چل کر ہی کھائیں گے۔"

چادر اٹھا کر سطوت غسل خانے کی طرف بڑھی تو وہ بھی اس کے ساتھ آ گئی۔

واش بیسن کے پاس نہایا دھویا کھڑا آئینہ میں اپنی گلے کو باریک بینی سے دیکھتا خبیب دونوں کو متوجہ کر گیا۔

"کیا ہوا بھائی یہ خون کیسے نکل رہا ہے۔" سطوت گھبرا کر آگے بڑھی اس نے بھی باریک خون کی لکیر کو گھبرا کر دیکھا جو یقیناً" کانچ کے ڈونگے کا کمال تھی۔

"چبھن ہو رہی ہے شاید کوئی کانچ کا ٹکڑا ہے۔" سطوت نے اس کی نشاندہی پر ٹٹول کر باریک کانچ کا ذرہ نکال دیا خبیب واش بیسن کا نل کھول کر ہاتھ اور گلا دھونے لگا۔

یشرح کو دل میں عجیب سی شرمندگی ہوئی ایک ذرا سی غلطی کی وجہ سے یا جلد بازی کی وجہ سے وہ نظر اٹھانے کے قابل نہیں رہی تھی نل بند کر کے وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتا چلا گیا اس کے گیلے بالوں کا پانی یشرح کے ہاتھوں پر گرا تھا اس نے چونک کر اس کی چوڑی پشت دیکھی۔

"اگر مجھے اچھا لگا تو مجھے بھی ترکیب بتانا میں بھی بناؤں گی..... بلکہ تم آجانا دونوں مل کر بنائیں گے۔" سرف کے پانی میں چادر ڈالتے ہوئے سطوت اس سے کہہ رہی تھی وہ نا سمجھی کے انداز میں گردن ہلا کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

گاڑی سے اتر کر وہ جیسے ہی گیٹ پر لگا کنڈا ہٹانے لگا

تو پاؤں کیچڑ پانی سے بھر گئے اس نے گیٹ کے نیچے سے نکلتے پانی کو حیرانگی سے دیکھا پھر گیٹ کھول کر اندر آگیا۔
صحن کا نل پورا کھولے اس میں موٹا پائپ لگائے وہ چھپا چھپ 'ٹماٹر' لیموں' مرچوں' دھنیا وغیرہ کے چھوٹے بڑے پودوں کو پانی دے رہی تھی پھر پاؤں کی طرف پائپ کا رخ کر کے اپنے سفید پاؤں بھگوتی اور دوبارہ بوچھاڑ کی صورت پودوں کو پانی دینے لگتی پورے صحن میں پانی پھیلا ہوا تھا وہ پانی سے بچتا ذرا آگے ہوا سفید کبوتر جیسے پاؤں کے آگے کالے کالے جوتے نظر آئے یشرح نے گردن اوپر اٹھائی بلیک ڈریس پینٹ اور گرے شرٹ پہنے خبیب رضا اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا بلیک ڈائس والی ٹائی لاپرواہی سے ڈھیلی ہوئی گلے میں جھول رہی تھی گھنی مونچھوں تلے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے وہ بری طرح سے سٹپٹا گئی جلدی سے ہاتھ میں پکڑا پائپ کیاری کی طرف پھینکا۔
"سطوت....." وہ اسے نظر انداز کر کے دھاڑنے کے انداز میں جالی کے دروازے کی طرف منہ کر کے پکارا سطوت ہوتی تو آتی ناں پھوپھو سطوت کو ساتھ لے کر مارکیٹ تک گئی تھیں اور اسے آواز دے کر بتا دیا تھا اس نے آج کالج سے چھٹی کی تھی سو بور ہو رہی تھی مگر مارکیٹ نہیں جانا چاہتی تھی پھوپھو نے اسے یہاں بیٹھنے کو کہا تھا کہ کچھ دیر میں صارم آتا ہو گا اسے بتا دیتا وہ محض وقت گزارنے کے لیے پودوں کو پانی دینے لگی تھی مگر اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں علم تھا کہ یہ ہلاکو خان ٹپک پڑیں گے۔
"سطوت....." کافی دیر انتظار کے بعد جب سطوت کی آمد نہیں ہوئی تو دھاڑ میں غصہ شامل ہو گیا۔
یشرح بری طرح سے گھبرا گئی صارم اور سطوت کی باتیں سن سن کر وہ اس جیسے شخص کی طبیعت جان چکی تھی۔
"وہ..... وہ پھوپھو کے ساتھ مارکیٹ گئی ہیں۔" خوفزدہ ہوتے ہوئے بمشکل اس نے اطلاع دی وہ خاموش آگے بڑھنے لگا پھر رک کر لبالب بھری کیاری کو دیکھا یشرح نے تیزی سے نل بند کر دیا وہ لمبے لمبے مضبوط قدم اٹھاتا جالی کا دروازہ کھول کر اندر گم ہو گیا۔
"آج تو مر گئے تھے" اس کی چوڑی پشت جب نظر آنی بند ہوئی تو اس نے ٹھنڈا سانس بھرا اور وہاں رکھی کرسی پر بیٹھ گئی "صحیح کہتا ہے صارم پورے ہلاکو خان ہیں منہ سے کچھ کہہ دینا شان کے خلاف ہے پتہ نہیں یہ شخص اتنا تنک مزاج کیوں ہے لگتا ہے اپنی آنکھوں سے ہی بھسم کر دے گا مقابل کو' کڑوا کریلا اتنی بڑی بڑی آنکھیں ہیں کہ سالم ہی نگل جائے ویسے آنکھیں ہیں اٹریکٹو۔" دل نے چپکے سے اعتراف کیا۔
"کیا سمندر کا سارا پانی ادھر آگیا ہے' یار تمہارے لیے تو چلو بھر پانی کافی تھا یہ تمہارا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے سطوت خاصی سلیقہ مند ہے۔"
بیٹ ہاتھ میں لیے اندر آتے صارم نے گیلا گیلا صحن دیکھا پھر آنکھیں موندے کرسی پر بیٹھی یشرح کے سر پر چپت رسید کی۔
"وہ تم جیسوں کے لیے کافی ہوتا ہے..... پھوپھو کہہ رہی تھیں ابھی آجاؤ گے' کہاں تھے اتنی دیر سے۔"
"آج سیمی فائنل تھا پرسوں فائنل ہے دیکھنا کپ لے کر آؤں گا۔" صارم نے بیٹ لہرایا۔
"ہاں چائے کا کپ..... پھوپھو کہہ گئی ہیں کھانا کھا لینا پکا دیا ہے۔" اس نے مذاق اڑایا۔
"ہیں امی کہاں گئی ہیں۔" صارم نے پوچھا تو وہ تفصیل سے بتانے لگی۔
"مارکیٹ تک گئی ہیں اور تمہارے ہلاکو خان بگ بی بھی آچکے ہیں سنبھل کر جانا ڈانٹ پڑتے پڑتے رہ گئی اور شکر تھا کہ تیسری ملاقات خیریت سے ہوئی اب میں جا رہی ہوں۔" وہ کرسی سے اٹھ گئی۔
"اور یہ گندگی کون سمیٹے گا۔"
"تم....."
"مجھے اپنی جان بہت عزیز ہے بگ بی آچکے ہیں میں جب تک حسن انکل کے گھر جا رہا ہوں کچھ تو آنکھوں کو ٹھنڈ پہنچے۔" بیٹ کرسی پر رکھ کر وہ خود بھی کھڑا ہو گیا۔

"حسن انکل اور آنکھوں کی ٹھنڈک"، وہ متعجب ہوئی دو گھر چھوڑ کر کچھ خبطی سے حسن انکل رہتے تھے خاص طور پر نوجوانوں کو اپنی زبان کے وہ وہ جوہر دکھاتے تھے کہ محلے کا کوئی شخص ان کے یہاں جانے سے کانوں کا ہاتھ لگاتا تھا اور نوجوان لڑکے تو ان کے گھر کے قریب سے بھی نہیں گزرتے تھے۔

حسن انکل کی بیٹی سے مجھے پیار ہوا تھا
اس کے گفٹس سے دل میرا بے حال ہوا تھا

صارم شرارت سے گنگنایا

"وہ..... وہ ان کی دختر جو بیوہ ہیں موٹی اور اپنے ابا جیسی خبطی۔" یشرح چیخ پڑی۔

"اب شوہر مر گیا تو کیا کرے بیچاری اتنے پیار سے شرٹ دی ہے مجھے پچھلے ہفتہ' شوہر تو مخولیا کا مریض تھا خود کشی کر لی بچاری تنہا ہے۔" صارم پور پور اس کی ہمدردی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اور مخولیا کا مرض بھی انہی خاتون کی وجہ سے تھا شریف آدمی تیسری منزل سے کود کر جان سے گیا تمہیں تو وہ خبیب بینک کی چھت سے کودوائے گی۔" یشرح نے ڈرایا۔

"کسی کی اتنی ہمت نہیں کہ اپن کو کودوائے خود تو لی بی دھکا اسٹارٹ ہے۔" صارم نے ناک سے مکھی اڑائی

-

"صارم وہ بڑی خطرناک ہے محلے میں بدنام کر دے گی اپنی اور اس کی عمر کا ہی کچھ خیال کرو پھوپھو کی ایج سے دو چار سال ہی کم ہو گی خود کو بنائے سنوارے رکھتی ہے ڈائی کیے ہوئے بالوں کے ساتھ بھی تمہاری آپا جان لگتی ہے۔"

"چھوڑو یار میں تو چلا اور پلیز بڑے بھیا کے یہاں آنے سے پہلے سب صاف کرو گندگی کہاں برداشت ہے انہیں پارہ ہائی ہو جائے گا تو شامت آجائے گی"، اسے دہلاتا وہ تو باہر نکل گیا اور وہ واقعی ڈر کر بشریٰ اور رضیہ کو آواز دینے لگی دونوں فورا" ہی حاضر ہو گئیں۔

"یہ صاف کر دو باقی کام بعد میں کرنا اور اندر خبیب صاحب ہیں ان سے کھانے کا پوچھ لو۔"

"وہ جی بولتے کب ہیں میرے کو تو ڈر لگتا ہے ان سے اماں کو بولو پوچھے گی۔" رضیہ خوفزدہ ہوئی۔

"کوئی بھی پوچھ لو کھا نہیں جائیں گے۔" اسے جالی کا دروازہ کھولتے آتے دیکھ کر وہ اپنے پورشن کی طرف بھاگی۔

چینل سرچنگ کرتے کرتے بالآخر اس نے غصہ میں ریموٹ دور پھینک دیا اور سلیپر پاؤں میں اٹکاتی ٹیرس پر جا کر کھڑی ہو گئی نیچے لان میں کرسی پر بیٹھے بابا کی براؤن شرٹ نظر آرہی تھی اس نے چونک کر پورٹیکو کی طرف دیکھا ان کی گاڑی بھی کھڑی تھی اسے بابا پر دو دن سے غصہ آرہا تھا اور ابھی مزید دو چند ہو گیا تھا اس کے بیڈ روم کا ٹی وی مسلسل تنگ کر رہا تھا جانے ٹی وی میں کوئی گڑبڑ تھی یا پھر ڈش کا کوئی فالٹ تھا وہ ان سے شکایت کرنے نیچے آئی لان میں آکر جھانکا تو بابا کے سامنے والی کرسی پر ورزشی جسامت لیے خبیب بیٹھا تھا اسے اتنے عرصے میں پہلی بار اس طرح بابا کے ساتھ اپنے یہاں دیکھ کر خاصی حیرت ہوئی تقریبا" مہینہ ہونے کو آیا تھا وہ شخص کبھی اسے یہاں دکھائی نہ دیا تھا۔

"آپ سوچ لیں ماما میری حالیہ پوزیشن سے آپ واقف ہیں امی تو جذباتی ہو رہی ہیں۔" وہ ذرا قریب ہوئی تو اس کی سنجیدہ اور احترام میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"میں تمہاری حالیہ' موجودہ اور مستقبل دونوں پوزیشن سے واقف ہوں اگر آپا جذباتی ہیں تو میں بھی کم جذباتی نہیں ہوں آفٹر آل بہن بھائی ہیں ہم دونوں۔" بابا ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہے تھے مگر وہ ہنوز سنجیدہ ہی تھا۔

"پھر بھی ماما آپ لوگ بہت سی باتیں نظر انداز کر رہے ہیں میری طبیعت کا انداز الگ ہے اور۔"

وہ جانے آگے اور کیا کہتا کہ اس کو آگے بڑھتا دیکھ کر خاموش ہو گیا انصاری صاحب نے بھی مڑ کر دیکھا تو اس نے خفا خفا انداز میں سلام کیا۔

"کیا ہوا بیٹا موڈ کیوں آف ہے رضیہ نے کچھ

خراب کردیا یا بشیراں نے کھانا صحیح نہیں بنایا۔" اس کا پھولا منہ دیکھ کر انصاری صاحب نے محبت سے پوچھا تو وہ نان اسٹاپ شروع ہو گئی ایک لمحے کو تو سامنے بیٹھے خبیب کو بھی بھول گئی۔

"بس آج ہی میرے بیڈ روم کا ٹی وی بدل دیں اتنا تنگ کر رہا ہے کہ حد نہیں کالج سے آکر مسلسل بور ہو رہی ہوں اور صارم کا بچہ بھی جانے کہاں فائنل کھیلنے گیا ہے سطوت کپڑے دھو رہی ہے اور۔" اس شخص کی جانب دیکھ کر وہ چپ کر گئی اس کے چہرے پر ناگواری کا تاثر خاصا واضح تھا۔

"ابھی پچھلے ماہ ہی تو خریدا ہے کیا ہوا۔" بابا نے حیرانگی سے کہا۔

"مجھے کیا پتہ بس آپ کل ہی دوسرا لا دیں۔" وہ سخت بیزار ہو رہی تھی تاہم آہستگی سے کہا اور اس سے زیادہ سامنے بیٹھے خبیب کا چہرہ بیزاری کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"ٹی وی لاؤنج میں آکر دیکھ لیتیں میرے بیڈ روم میں چلی جاتیں اتنے تو ٹی وی ہیں۔" انصاری صاحب اسے بچوں کی طرح بہلا رہے تھے۔

"جو مزہ بابا اپنے بیڈ روم کا ہے وہ تو کہیں پر نہیں آتا چاہو تو سو جاؤ۔" اس نے بوداسا جواز گھڑا۔

"ماما مجھے اجازت دیجئے۔" خبیب اپنے دراز قد کے ساتھ یکدم کھڑا ہو گیا دونوں ایک ساتھ اس کی سمت متوجہ ہوئے۔

"چائے تو پی کر جاؤ..... بشیراں۔" انصاری صاحب نے اندر آواز لگائی۔

"پھر کبھی صحیح ماما ابھی امی انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ سہولت سے انکار کر کے ہاتھ ملاتا آگے بڑھ گیا یشرح نے اس کی چوڑی پشت کو بغور دیکھا عجیب روبوٹ ٹائپ مشینی شخص تھا۔

"جی صاحب۔" بشیراں کی پاٹ دار آواز پر وہ چونکی بابا اس پر گرم ہونے لگے۔

"جب کوئی مہمان گھر پر آئے تو چائے پانی کا پوچھتے ہیں اتنی دیر سے بیٹھا تھا خبیب مگر تمہارا پتہ ہی نہ تھا۔"

"نہیں صاحب جی ..... وہ کوئی مہمان ہیں صارم صاحب تو خود ہی آکر مانگ مانگ کر کھاتے ہیں۔"

"واٹ ..... ربش یہ مانگ مانگ کیا ہوتا ہے اپنے ماموں کے گھر سے کھاتا ہے ..... آئندہ جب بھی خبیب صاحب آئیں فوراً" چائے وغیرہ لے آیا کرو۔" انصاری صاحب کو مانگ مانگ پر تاؤ آگیا وہ بیچاری صاحب کے رویے سے ہراساں ہو گئی۔

"جاؤ اب چائے لے کر آؤ۔" بشیراں کو سر جھکائے دیکھ کر بالآخر انہیں رحم آگیا وہ فوراً" ہی اندر بھاگی۔

"سینڈوچ بھی لے کر آنا بھوک لگ رہی ہے۔" یشرح نے پیچھے سے پکارا۔

"کتنا ذمہ دار نیک اور شریف بچہ ہے۔"

"کون بابا۔" وہ حیران ہوئی۔

"خبیب کی بات کر رہا ہوں صارم میں ذرا لاپرواہی ہے..... تمہارا کیا خیال ہے۔" انہوں نے اس سے ہی پوچھ لیا وہ بھلا کیا بتاتی صارم لاپرواسہی مگر ڈراؤنا تو نہیں لگتا تھا جبکہ وہ حضرت اس کے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اوسان خطا ہونے لگتے تھے مگر بہرحال بابا سے اختلاف کیا کرتی گردن ہلا کر رہ گئی۔

جب ہی صارم کی بائیک کی تیز آواز آئی وہ کھڑی ہو کر صحن کی طرف دیکھنے لگی صارم بیزار تھکا ہوا کچھ غصہ میں بیٹ کندھے پر رکھے کرکٹ کا یونیفارم پہنے تیز تیز جا رہا تھا اس نے آواز دی تو لمحہ بھر رک کر اسے دیکھا اور پھر کوئی تاثر دیے بغیر آگے بڑھ گیا یشرح کو تعجب ہوا ایسا تو کبھی نہیں کیا تھا اس نے یشرح نے دوبارہ آواز دی مگر وہ ان سنی کر گیا۔

"کیا ہو گیا ہے اسے اپنے بڑے بھیا کا اثر آگیا ہے کیا۔" اسے جالی کا گیٹ غصہ میں کھولتے دیکھ کر اسے تشویش ہوئی۔

"بابا میں پھوپھو کے گھر جا رہی ہوں۔" وہ انصاری صاحب کو کہتی فوراً" ہی صحن عبور کر کے پیسج میں آ گئی وہ صوفے پر نیم دراز تھا پاس ہی تخت پر سطوت سکڑی سمٹی منہ پر بازو رکھے سو رہی تھی۔

"کب سے آوازیں دے رہی ہوں کیا ساؤنڈ پروف ہو گئے ہو۔" وہ اندر آ گئی۔

میں بہت غصّے میں ہوں بات مت کرو مجھ سے۔" صارم کا انداز عجیب تھا وہ حیران ہوئی۔

"کیا ہوا ہے..... تم تو کپ لانے والے تھے فائنل تھا آج۔"

"کپ؟ شکر کرو لا کپ سے نہیں آ رہا۔" وہ مزید بگڑا اپنے کمرے سے نکلتا خبیب چونک کر وہیں کھڑا ہو گیا۔

"لا کپ..... کیا مطلب..... ہوا کیا۔" اس کی لایعنی باتیں یشرح کی سمجھ سے باہر تھیں سطوت نے بھی بازو اٹھا کر صارم کو دیکھا۔

"جھگڑا ہو گیا جیت ہم لوگ رہے تھے وہ کرکٹر کی اولاد خود کو برائن لارا سمجھ رہا تھا میں نے بھی زور سے بیٹ اس کی کھوپڑی پر دیا بات بڑھ گئی حسن انکل نے صلح صفائی کروا دی ورنہ۔" خبیب کی جان میں جان آئی۔

"ہیں تم نے اس کو بیٹ مارا دو چار اور مارنا تھا بے ایمان کو سنجے کیسا مارتا ہے ویسا ہی مارتے۔" وہ پرجوش ہوئی اور باہر کھڑا خبیب دانت کچکچا کر رہ گیا محترمہ کی نظر میں زندگی فلم 'ڈرامہ تھی جہاں ہیرو کبھی زیرو نہیں ہوتا۔

"ارے میں تو سنی کی طرح دیتا مگر حسن انکل..... سطوت ذرا پانی پلاؤ..... کپ بھی ہاتھ سے نکل گیا حسن انکل نے اگلے میچ تک کے لیے اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔" اس نے شیخی ماری سطوت اٹھ کر پانی لینے اٹھی پھر باہر خبیب کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی خبیب صارم کے سر پر پہنچ گیا۔

"تمہارے پیپرز کب سے شروع ہیں ــــ" سنجیدہ بارعب آواز اور خشونت بھرا چہرہ صارم تو بوکھلایا ہی وہ بھی سٹپٹا گئی۔

"نیکسٹ منتھ سے" جلدی سے کھڑے ہو کر اچھے بچوں کی طرح اس نے جواب دیا۔

"اور تیاری۔" وہی مختصر بات 'سطوت پانی کا گلاس لا کر وہیں کھڑی ہو گئی۔

"جی ہو رہی ہے انشاء اللہ اچھا رزلٹ آئے گا" صارم ہنڈرڈ پرسنٹ شیور تھا ہمیشہ اس کا تعلیمی ریکارڈ اچھا رہا تھا۔

"آئندہ میں کبھی تمہارا کسی سے جھگڑا تکرار نہ سنوں سمجھے بجائے سنی اور سنجے کو ڈسکس کرنے کے محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کے سچے کارنامے پڑھ لیا کرو۔" خشک انداز میں وارننگ دے کر پلٹ گیا۔

"اف پھٹا ہوا ڈھول میں جبھی گھر میں کچھ ڈسکس نہیں کرتا سنو ادی ناں باتیں۔"

صارم سہمی کھڑی یشرح پر چڑھ دوڑا سطوت بے ساختہ ہنس پڑی تو صارم نے آنکھیں نکالیں۔

"زیادہ ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے ..... جا کر اسکوائش بناؤ اگر وہ بڑے بھیا ہیں تو میں چھوٹا بھیا ہوں۔"

"ابھی بھائی کو آواز دوں۔" سطوت نے ڈرایا مگر وہ ابن ڈھیٹ تھا۔

"تم کیوں منہ لٹکائے کھڑی ہو ذرا سطوت اندر ٹھنڈ ڈالنے کا انتظام کرے تو تمہیں پورا واقعہ سناتا ہوں مگر ذرا پہلے باہر جھانک لو کہیں بگ بی دوبارہ انٹری نہ دے دیں۔" اس کا ہاتھ کھینچ کر صوفے پر بٹھا کر صارم نے خود ہی باہر جھانک کر اطمینان کیا پھر اس کے پاس آ کر پوری روداد سنانے لگا مگر جانے اس کا ذہن کہاں تھا۔

☼ ☼ ☼

کبھی کبھی یوں ہوتا ہے ناں کہ حیرت کا طلسم کدہ آپ کے اردگرد حواسوں میں کچھ اس طور جاگزیں ہو جاتا ہے کہ آنکھیں مل مل کر بھی حقیقت کا ادراک نہیں ہو پاتا ذہن تسلیم کرنے سے انکاری ہوتا ہے تو آنکھیں نہ ماننے پر تیار اس پر ستم یہ ہو کہ مزید اس طلسم کدہ کا ایک اور در وا ہو جائے تو دل ــ اپنے دھڑکنے کی رفتار کو معمول پر نہیں رکھ سکتا۔

وہ بھی بغیر پلکیں جھپکائے ذہن اور آنکھوں کو

"تسلیم" کا عمل پڑھوا رہی تھی اور اس کے اپنے ہی سارے اعضاء انکاری ہو کر اسے ستانے پر تلے بیٹھے تھے مگر ہاں ایک دل تھا اور اس کا ایک خوبصورت کونا جو یکایک کسی دیے کی روشنی کے زیر اثر جگمگا اٹھا تھا۔

"تم ہی میرے دل کی ٹھنڈک ہو بیٹا سدا آباد رہو چلو کھانا کھاتے ہیں۔" بابا نے حق دق بیٹھی یشرح کے پیشانی پر بوسہ دیا اور باہر نکل گئے وہ یونہی بیٹھی رہی کالج کا یونیفارم تک اس نے نہیں اتارا تھا وہ شدید بھوک جو کالج میں لگ رہی تھی کالج کے گیٹ سے نکلتے ہی اس شخص کو دیکھ کر اڑ گئی تھی چھٹی کے وقت جیسے ہی ایک ریلے کے ساتھ وہ باہر آئی تو سڑک پر ہجوم دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"کیا ہوا ہے یہ...." اس نے باوردی ڈرائیور سے پوچھا جو اس کے لیے پچھلا دروازہ کھول رہا تھا۔

"اس درخت کے نیچے جو فقیر بابا بیٹھا تھا اس کی حالت اچانک خراب ہو گئی ہے۔" ڈرائیور نے سرسری بتایا اور واقعی وہ واقعہ اتنا سرسری تھا کہ اس کے سمیت گھیرا ڈالے وہ سارے لوگ ۔۔۔ اپنے اپنے کاموں کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

"آئیں بی بی لگتا ہے بابا نے بھنگ زیادہ پی لی ہے یا پھر کوئی چلا شلا کاٹا ہے۔" وہ خاموشی سے کھلے دروازے سے بیٹھ گئی جب ہی ایک گاڑی اس فقیر کے پاس آکر رکی اس وائٹ آلٹو اور اس سے نکلنے والے اس دراز قد شخص نے اسے حیرت میں ڈال دیا اپنے پریس شدہ صاف کپڑوں کی پروا کیے بغیر وہ اس میلے پاگل فقیر کو سڑک پر بیٹھ کر پہلے مصنوعی تنفس دینے لگا تھا پھر ایک ۔۔۔ شربت والے سے پانی لے کر اس کے منہ پر ڈالا اور پھر اپنے بازوؤں میں اٹھائے پچھلی سیٹ کی طرف ڈال دیا جب ہی اس کی مدد کو کہیں سے ایک اور لڑکا آگے بڑھا شاید اس لڑکے کو اس ایک تنہا شخص کو مدد کرتے دیکھ کر دل نے ملامت کی تھی۔

یشرح کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں ہر وقت ماتھے پر سلوٹیں ڈالے چنگاریاں برساتی آنکھوں اور لب و لہجہ والے شخص سے ایسی امید عبث تھی وہ تو شاید اپنے آگے کسی کو خاطر میں بھی نہ لاتا تھا ڈرائیور گاڑی آگے بڑھا لے گیا وہ پلٹ پلٹ کر پیچھے دیکھتی رہی وائٹ آلٹو تیزی سے اس کی گاڑی سے آگے نکل گئی۔

وہ حیران حیران گھر میں آئی تھی ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ اس شخص کی عجیب و غریب عادات سے متاثر ہوئی تھی وہ بھاگ کر سطوت کو یہ بات بتانا چاہ رہی تھی مگر گھر پر بابا اور پھوپھو کو دیکھ کر حیرت اور خوشی سے سلام کر کے وہیں بیٹھ گئی پھوپھو نے خوب لپٹا کر پیار کیا۔

"کل کیوں نہیں آئیں میں انتظار کرتی رہی گھر ہی سونا ہو گیا تھا میرا۔" صبیحہ کے لہجے کی شفقت محسوس کر کے وہ مسکرا دی۔

"بس اقبال اب یہ روشنی میرے آنگن میں اتار دو تاکہ میرا گھر روشن ہو جائے۔" صبیحہ نے انصاری صاحب سے کہا وہ حیرانگی سے ان کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"یہ آپ ہی کی امانت ہے آپا جب دل چاہے آپ کا لے جائیں آپ کی شفقت کی چھاؤں میں میری بیٹی ہمیشہ رہے اس سے بڑھ کر میرے لیے کیا خوشی ہو گی۔" بابا کا تمتماتا چہرہ پرجوش آواز اور دعائیہ کلمات اسے بہت کچھ باور کروا رہے تھے ایسے لفظ ایسے جملے تو بیٹیوں کے والدین کے ہی ہوتے تھے۔

"تو کیا ....." اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا آنکھوں کے پردے پر ایک دم ہی کوئی شبیہ لہرائی۔

"بہت شکریہ اقبال تمہارا تم نے میرے خالی دامن میں یہ ہیرا ڈال دیا اب میں چلوں سطوت بھی بے چینی سے انتظار کر رہی ہو گی آ رہی تھی میں نے ڈانٹ کر روک دیا۔" صبیحہ نے ساکت بیٹھی یشرح کو جھک کر پیار کیا اور چلی گئیں وہ یونہی ساکت بیٹھی رہی بابا انہیں باہر تک چھوڑنے گئے تھے اور پانچ منٹ بعد دوبارہ واپس آئے۔

"یوں کیوں بیٹھی ہو بیٹا۔" جس پوزیشن میں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے وہ ہنوز اسی انداز میں تھی انہوں نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ یوں چونکی جیسے کسی خواب

سے جاگی ہو۔

"میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں کیا کوئی رائے نہیں مانگی کیونکہ مجھے یقین تھا تم میرے فیصلے سے اختلاف نہیں کرو گی مجھے بس تمہاری خوشی عزیز ہے اور میں جانتا ہوں خبیب ہی تمہیں خوش رکھ سکتا ہے۔" آنکھوں کے پردے میں بسی شبیہ نے پورے استحقاق سے دل کے دروازے دھڑ دھڑانا شروع کر دیے۔

"وہ ذمہ دار اور پر خلوص ہے ہر لڑکی کو ایک مضبوط سائبان چاہیے ہوتا ہے جو اسے کڑی دھوپ اور باہر کی خاک اور لوگوں کے پر تپش رویوں سے بچا کر رکھے خبیب میں یہی خوبی ہے وہ بہت نرم خو اور محبت بھرا دل رکھتا ہے وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہے۔" کوئی اپنے دراز قد اور بارعب شخصیت کے ساتھ پورے استحقاق کے ساتھ دل کی سب سے اونچی مسند پر آکر براجمان ہو گیا۔

تمہیں میرے اس فیصلے سے اختلاف تو نہیں ہے ناں۔" اس کی مسلسل خاموشی سے انصاری صاحب پریشان ہو گئے۔

"بولو بیٹا تم کچھ کہو تو.... مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" یشرح نے پلکیں اٹھا کر بابا کی جانب دیکھا وہ پریشان سے اس کے برابر میں بیٹھے اس کی ہاں یا ناں کے منتظر تھے اگر وہ نہ کرتی تو شاید وہ تمتماتا چہرہ پر جوش انداز بدل کر بے یقینی اور پریشانی میں ڈھل جاتا اور وہ ناں کرتی کیوں دل کی سب سے اونچی مسند پر بیٹھا وہ شخص تو اس کے سارے وجود میں یک بیک جگر جگر کرنے لگا تھا۔

"بابا آپ نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں آپ کے فیصلے کے خلاف ہو جاؤں گی۔" اس نے اپنے برابر بیٹھے بابا کا ہاتھ تھام کر اپنی رازا گلتی آنکھوں سے لگا لیا اس کے اس انداز میں انصاری صاحب کے سارے اندیشے بھاپ بن کر اڑ گئے انہوں نے بے ساختہ ہی جھک کر اس کی پیشانی چوم لی اور کھانا کا کہتے باہر نکل گئے وہ یونہی بیٹھی رہی عجیب سرخوشی کا عالم تھا جانے دل کب سے اس شخص کی تمنا کیے ہوئے تھا جو اس طرح اس کا اپنا ہونے پر خوشی سے بے قابو ہو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یشرح یشرح..... مبارک ہو مبارک۔" وہ جانے کب تک خود میں گم رہتی کہ سطوت چیختی چلاتی اندر آ کر اس سے لپٹ گئی اس کے پیچھے صارم کھڑا تھا چہرے پر شرارت رقصاں تھی۔

"اب تو جنابہ کا احترام کرنا پڑے گا آخر کو بڑی بھابھی ہیں ہماری اور وہ بھی بگ بی کی نصف بہتر دونوں مل کر ظل الٰہی کے سارے حکم کی حکم عدولی کیا کریں گے۔ یقیناً" تم کو تو کچھ نہیں کہیں گے وہ تو بیچارہ میں ان کے پر تشدد رویے کا شکار ہو جاتا ہوں۔" صارم اپنی ہانکنے لگا اسے خوامخواہ شرم آنے لگی صارم کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"او..... اوہو..... بی بی کچھ شرما ورما بھی لیتی ہیں سطوت جلدی سے تصویر کھینچو اس صدی کا انوکھا اتفاق میوزیم میں رکھیں گے..... ویسے یار تم شرماتے ہوئے اور خوفناک لگتی ہو بھیا کے سامنے کبھی نہ شرمانا۔"

"بہت ہی ذلیل ہو تم۔" یشرح نے زور سے اس کو ایک ہاتھ رسید کیا اور بدک کر پیچھے ہٹا۔

"دیکھو یار ٹنر میں جواب دے سکتا ہوں مگر اب تم احترام کے لائق ہو چکی ہو ویسے بائے دے وے یہ تم پر بڑے بھیا کا اثر صرف بات چیت کا سن کر ہی آ گیا ویسا ہی تشدد کرنے لگیں ظالموں میرا کیا بنے گا۔"

"اسے چھوڑو یہ تو پاگل ہے تم تو خوش ہو ناں ہم لوگ ڈر رہے تھے کہیں انکار نہ ہو جائے مگر ماما نے ہم سب کو خوش کر دیا امی شکرانے کے نفل پڑھ رہی ہیں یہ صارم تو فورا" مٹھائی کا ڈبہ لے آیا ہے مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا کہ خوشی میں کیا کروں چلو چل کر مٹھائی کھاتے ہیں۔" سطوت بار بار اسے لپٹا رہی تھی سب ہی خوش تھے مگر وہ ایک شخص جس سے اسے وابستہ کر دیا گیا تھا وہ . اس کے بارے میں جاننا چاہتی تھی اس کے احساسات اس کے جذبات کیا ہیں کیا وہ بھی اس کی

طرح خوش تھا۔
"کیا پردہ وردہ کرنے کا ارادہ ہے ارے بھئی اٹھو چل کر مٹھائی کھاتے ہیں۔" سطوت نے اسے کھینچ کر کھڑا کرنا چاہا۔
"ابھی نہیں شام تک آؤں گی یونیفارم بھی نہیں بدلا ہے اب تک۔" اس کے کہنے پر وہ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے وہ اٹھ کر کمرے میں آگئی اس کا کوئی ارادہ نہ تھا جانے کا چینج کر کے کھانا کھایا اور بیڈ روم میں آکر سونے کی کوشش کرنے لگی مگر دل کی سرکشی نیند پر غالب آرہی تھی کروٹ بدل بدل کر بے حال ہوئی بالآخر فریش ہونے چلی گئی ٹاول لیے ٹیرس پر آئی تو صحن کے اندر شیڈ کے پیچھے نظر گئی وائٹ آلٹو کھڑی تھی گویا وہ شخص آچکا تھا اس نے جلدی سے گیلے بالوں پر برش پھیرا اور سلیپرز لیتی بلا ارادہ ہی پھوپھو کے گھر کی طرف آگئی صحن خالی تھا اندر آئی تو سناٹے کا راج تھا کچن میں جھانکا وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی جو پانچ کا ہندسہ کراس کر رہی تھی ٹی وی لاؤنج سے ٹی وی چلنے کی آواز آرہی تھی۔
"یقیناً" صارم ہو گا۔ قیاس کرتی پردہ ہٹا کر اندر آئی اور صوفے پر نیم دراز خبیب آنکھیں بند کیے جانے خبریں سن رہا تھا یا سو رہا تھا آہستگی سے آگے ہو کر اس نے اس کا چہرہ دیکھا چوڑی پیشانی پر بکھرے بلیک بال ہر وقت شعلہ اگلتی آنکھیں بند تھیں مغرور ناک سانولے چہرے پر خوب اٹھ رہی تھی گھنی گھنی کالی مونچھوں تلے سیاہی مائل ہونٹ جڑے ہوئے تھے یشرح نے توجہ سے دیکھا۔
صارم صحیح کہتا تھا اچھا خاصا ہنڈسم ہے مقابل کو تسخیر کر لینے والی چھا جانے والی شخصیت ہے مگر ماتھے پر پڑے بل اور گھنی مونچھوں تلے بھنچے ہونٹ کسی کو بھی متنفر کر سکتے تھے اسے بے ساختہ اپنے رب پر پیار آگیا تھا۔ اتنا اچھا شخص نصیب میں لکھ دیا تھا وہ جانے کتنی دیر تک اس کے نقوش ازبر کرتی رہتی کہ نیوز ختم ہونے کا مخصوص میوزک بجنے لگا خبیب نے آنکھیں کھولیں پھر اپنے سامنے کھڑی گیلے بالوں اور فیروزی سوٹ والی لڑکی کو دیکھ کر چونک گیا اس کی فراخ پیشانی پر کئی بل پڑ گئے وہ بری طرح سے گھبرا گئی اس طرح کے انداز کی اسے توقع نہ تھی۔
"پھوپھو اور سطوت کہاں ہیں۔" جلدی سے تھوک نگل کر پوچھا اس کی آنکھوں میں ناگواری اس نے محسوس کر لی تھی۔
"سطوت....." بجائے اس کو جواب دینے کے اس نے سطوت کو زور سے آواز دی یشرح کو بے حد انسلٹ محسوس ہوئی وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہا تھا جب کہ ان کے مابین بڑا خوب صورت تعلق قائم گیا تھا سطوت بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو گئی اس کے ہاتھوں میں دھلے ہوئے کپڑوں کا ڈھیر تھا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔
"ارے تم کب آئیں میں چھت پر تھی۔" سطوت کے انداز میں گرم جوشی تھی اس کی آنکھوں میں ریت چبھنے لگی اس نے چور نظر اس کھٹور پر ڈالی وہ مکمل طور پر ٹی وی میں گم تھا جہاں تجارتی خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں گویا وہ اس کھوسٹ نجے شخص سے بھی زیادہ گئی گزری تھی سطوت سے پہلے ہی وہ تیزی سے ٹی وی لاؤنج سے نکل گئی اس کا دم گھٹنے لگا تھا پیچھے آتی سطوت جانے کیا کیا کہہ رہی تھی مگر اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

پورے لان میں گہما گہمی تھی درخت پودے اور دیواریں جگمگا رہی تھیں رنگ برنگے قمقموں نے چھوٹے چھوٹے سے دیے روشن کر رکھے تھے صارم کے ہاتھ میں کیمرہ تھا وہ ہر ہر اینگل سے اسٹیج میں دلہن بنی بیٹھی یشرح کی تصاویر لے رہا تھا پھوپھو اور بابا پریشان مگر خوش مہمانوں کو اٹینڈ کر رہے تھے سطوت کبھی اسٹیج میں بیٹھی یشرح کا دوپٹہ صحیح کرتی کبھی خبیب کے گلے میں پڑے موٹے سے ہار کو جب کئی دفعہ سطوت نے ایسا کیا تو اس نے گلے میں پڑا اکلوتا ہار اتار کر سائیڈ پر ڈال دیا۔

"اُفوہ بھائی یہ کیا کر رہے ہیں کہیں سے تو دولہا لگیں یشرح کو دیکھیں پوری دلہن بنی قیامت ڈھا رہی ہے ابھی تو اور تصویریں اتارنی ہیں۔" صارم نے ہار اٹھا کر خبیب کی طرف بڑھایا مگر اس نے بائیں ہاتھ سے پیچھے کر لیا۔

"یہ فضولیات چھوڑو جا کر مہمانوں کو دیکھو ماما اور امی اکیلے پریشان ہو رہے ہیں۔" کھردری آواز میں بے تحاشا بیزاری گھلی ہوئی تھی ساتھ بیٹھی یشرح کی ساری حساسیت پاس بیٹھے بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس اسی وجیہہ دراز قد کھٹور شخص پر تھی مگر اس کی ساری توجہ کھانا کھاتے لوگوں پر تھی۔

"مولانا صاحب کو پلیٹ بنا کر لا دو اتنے رش میں پریشان کھڑے ہیں بلکہ سارے بزرگوں کے لیے الگ ٹیبل کا انتظام کرواؤ۔"

"دیکھ لیں بھابھی صاحبہ کتنا خیال ہے بھائی کو مولانا صاحب کا کچھ دیر پہلے نکاح جو کروایا ہے آپ لوگوں کا بھیا کے اوپر تو احسان عظیم ہے۔" جاتے جاتے جھک کر صارم نے یشرح سے سرگوشی کی اور بھاگا۔

"ماشاءاللہ یشرح پر کتنا روپ آیا ہے ناں بھائی کس قدر حسین لگ رہی ہے۔" ٹی پنک انار کلی سوٹ میں زیورات سے لدی پھندی بیوٹیشن کے کمال ہاتھوں کی ہنرمندی نے اس کا روپ نظر لگ جانے کی حد تک حسین کر دیا تھا کچھ اس کا حسن تھا کچھ ساری چیزوں کا کمال نکاح کے وقت یہی جملہ پھوپھو نے بھی کہا تھا اور اس کی نظر اتاری تھی بلکہ وہاں موجود ہر ایک نے یہی کہا تھا مگر وہ شخص بغیر اس پر ایک سرسری نظر ڈالے اٹھ کر چلا گیا یشرح کے دل میں کچھ ٹوٹا تھا ابھی تو وہ پچھلے ہی بے اعتنائی سے نہ سنبھلی تھی کہ پھوپھو نے بجائے منگنی کے نکاح کا کھڑاگ پال لیا رخصتی اس کے تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد رکھی تھی شاید انہیں بھی اپنے بیٹے کے رویے کا علم ہو گیا تھا کہ بھاگ نہ جائے مکر نہ جائے سو زنجیر ڈال دی جلے دل سے وہ مسلسل الٹا سیدھا ہی سوچ رہی تھی۔

"اب بچی کو اندر لے جاؤ بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی ہو گی۔" صبیحہ نے سر جھکائے بیٹھی یشرح کو پیار سے دیکھا آہستہ آہستہ مہمان رخصت ہو رہے تھے صارم اور انصاری صاحب نے خبیب کو لا کر اس کے برابر میں بٹھا دیا اور خود بھی بیٹھ گئے۔

"فیروزہ بھی آتی تو زیادہ خوش ہوتی ابھی تک طبیعت سنبھلی نہیں ہے اس کی۔" انصاری صاحب نے اپنی چھوٹی بہن کو یاد کیا انہیں فون کر کے ساری تفصیل بتا کر آنے کی دعوت دی تھی بلکہ انصاری صاحب خود اسلام آباد جا کر کارڈ دے کر آئے تھے مگر ان کی طبیعت ابھی تک مکمل ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں میں نے فون کیا تھا کل بہت خوش تھی یشرح کو بچپن میں ــ دیکھا تھا اب نکاح کی تصویریں بھیجوں گی اپنی بہن کو۔ اللہ اسے صحت دے پہلے تو سال دو سال میں چکر لگا لیتی تھی کبھی میں چلی جاتی تھی اب تو کافی عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی گھر کے بکھیڑے نکلنے کہاں دیتے ہیں اور فیروزہ بیچاری تو...... سب سے چھوٹی ہے اور کیا دل کی بیماری لگا بیٹھی ہے۔"

دونوں بہن بھائی اپنی بہن کے متعلق باتیں کر رہے تھے سب مہمان ایک ایک کر کے چلے گئے تھے بس اکا دکا ہی رہ گئے تھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی برابر بیٹھے شخص کی بیزاری اور بے توجہی نے مزید تھکن اس کے وجود میں سرائیت کر دی تھی سطوت اور صارم ادھر ادھر کی باتوں میں لگے ہوئے تھے کبھی اس کے کانوں میں بھی کوئی نہ کوئی شرارت بھرا جملہ انڈیل دیتے کوئی سرگوشی کر دیتے وہ چپ سادھے ہوئے تھی ساری توجہ تو پاس بیٹھے شخص نے اپنی طرف کھینچ رکھی تھی وہ کوئی چھوٹا سا جملہ کسی سرگوشی کی منتظر تھی جو دل کے ایوانوں میں پھول کھلا دے۔ اس کے لیے سجائے گئے اس روپ کے لیے کوئی داد کوئی تحسین مگر وہاں تو کچھ بھی نہ تھا۔

"ماما صبح آفس جانا ہے اجازت دیجئے آپ بھی تھک گئے ہیں آرام کریں۔" مہذب انداز میں انصاری صاحب سے اجازت لے کر وہ فوراً ہی کھڑا ہو

گیا یشرح نے بے ساختہ ہی جھکا سر اٹھالیا دل کے اندر جلتے ایک ایک دیے سے دھوئیں کی کالی لکیریں نکل کر اس کی آنکھوں میں چبھنے لگیں

بابا اسے گلے لگائے پیار کر رہے تھے وہ احترام سے ان کے آگے جھکا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا لان عبور کر گیا۔

"میری کمر اکڑ گئی ہے۔" سامنے کھڑی سطوت کا ہاتھ ہلا کر اس نے کہا آواز بھرا رہی تھی۔

"ہاں جی اب ان کا کہاں دل لگے گا سیاں جی تو چلے گئے۔" صارم دوبارہ شریر ہوا۔

"ہاں ہاں لے جاؤ اندر تھک گئی ہے بچی۔" صبیحہ نے کہا تو سطوت اسے لے کر اندر آگئی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا عکس نظر آیا روپ لٹاتا، جگمگاتا، خیرہ کرتا حسن شفاف شیشے کی سطح پر ابھر رہا تھا وہ خود لمحہ بھر کے لیے مبہوت ہو گئی۔

"کیا یہ حسن یہ انداز یہ روپ نظر انداز کیے جانے کے لائق تھا کیا ایک سرسری نظر کا بھی مستحق نہ تھا۔" اس کا دل اندر ہی اندر کرلانے لگا جھٹکے سے اس نے چوڑیاں اتاریں ماتھے کی بندیا نوچی سطوت تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بہت تھک گئی ہو۔" ڈریسنگ ٹیبل اور بیڈ پر چیزیں پھینکتی یشرح، سطوت کو حیران کر گئی یشرح جیسے چونک گئی وہ تو اس کی موجودگی کو ہی بھولے بیٹھی تھی اس شخص کی بے اعتنائی نے اس کے اندر دھواں سا بھر دیا تھا۔

"ہاں....." وہ واقعی تھک گئی تھی بیڈ پر جا کر گر سی گئی سطوت اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"سنو کیا خبیب کسی اور کو پسند.... میرا مطلب ہے کہ وہ راضی تھے اس نکاح کے لیے۔" دل و دماغ کے الجھتے سوالوں کی یلغار سے تنگ آکر اس نے سطوت سے پوچھ لینا مناسب سمجھا چہرہ تک دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"یہ کیوں پوچھ رہی ہو تم۔" سطوت کو کسی انہونی کا احساس ہوا۔

"ان کا رویہ، ان کا انداز چیخ چیخ کر اعلان کرتا ہے تم نے محسوس نہیں کیا۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں اور آنسو ایک دم ہی گالوں پر لڑھک آئے سطوت نے جلدی سے اسے گلے لگایا۔

"نہیں پاگل وہ شروع سے ہی سنجیدہ اور بردبار قسم کے ہیں تم ایسا کچھ نہیں سوچو اب تو تم بیوی بن گئی ہو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں تمہیں ماما جی کو دیکھا تھا کتنا چہک رہے تھے تم پریشان نہیں ہو امی نے ان سے بات کی تھی جب ہی تو اتنا بڑا فیصلہ ہوا ہے اور کوئی بھی اتنا بے شعور نہیں ہوتا کہ ساری عمر کا سودا بلا سوچے سمجھے کرے پوری زندگی کسی بھی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ نہیں گزاری جاتی ہر کوئی یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر دل و دماغ کی باہمی رضامندی کے ساتھ کرتا ہے" سطوت نے اس کی بھیگی پلکیں صاف کیں تو اسے کچھ قرار آیا۔

"اور بے وقوف تم میں کس چیز کی کمی ہے بدصورت ہو تعلیم یافتہ نہیں ہو اتنی پیاری منکوحہ جس کی ہو اسے تو ہوا میں اڑنا چاہیے اور ویسے بھی بھائی کبھی اپنے مزاج کے خلاف کچھ پسند نہیں کرتے بس وہ کچھ سنجیدہ ہیں تم ان کو اپنا احساس دلاؤ کب تک غافل رہیں گے سنجیدگی اور اکھڑپن کا خول دیکھنا کیسے ٹوٹتا ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ بھائی خوش رہیں تم ہی ان کے لیے خوشیاں لا سکتی ہو انہوں نے بہت کم عمری میں لوگوں کے رویے اپنوں کی غیریت دیکھی ہے ایک دم آنکھیں پھیرنا اور لب و لہجہ بدلنا دیکھا ہے اس لیے اتنے سخت ہیں تم چاہو تو انہیں بدل سکتی ہو۔"

سطوت کا نرم لہجہ اسے مطمئن کرتا رہا اس نے آس کا دامن پکڑا دیا تھا اور وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی بجھتے دیے میں امید کا تیل ڈلتے ہی ایک ایک کر کے سارے ہی دیے روشن ہو گئے۔

پلکوں پر چبھنے والی ریت میں جگنوؤں کی بارات اتر آئی وہ خوش ہو گئی مطمئن ہو کر خود میں مگن ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

محبت تم نے کب کی ہے؟

محبت میں نے کی ہے
تم نے بس خامشی کی اوٹ میں رکھ کر
کچھ اپنے لمس کے مصرعے میرے دل میں اتارے
ہیں
لب نم ساز کے نم میں کئی نظمیں بھگو کر میرے
شانوں پر بکھیری ہیں
محبت تم نے کب کی ہے؟
کتنی دیر سے وہ ٹیرس میں کھڑی سامنے کول تار کی
سڑک پہ نظریں جمائے ہوئے تھی پچھلے ایک ہفتے سے
اس نے یہی معمول بنا لیا تھا جیسے ہی اس شخص کی
وائٹ آلٹو سڑک کی آخر حد میں نظر آتی اس کی بے
چین نظروں کو قرار آجاتا دید کی آس میں تڑپتی نگاہوں
کی پیاس بجھ جاتی وہ اپنے گیٹ کے آگے گاڑی روکتا
اور پھر گیٹ کھول کر اپنے دراز قد کے ساتھ یونہی سر
جھکائے اندر کی سمت لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا جاتا بغیر یہ
دیکھے کوئی کب سے جلے پاؤں کی بلی کی طرح بار بار
گھڑی پر نظر ڈالتی اس ستم گر کی منتظر ہے وہ تو یوں بے
خبر' بے پروا ہوتا تھا جیسے دنیا کی کوئی خبر نہ ہو نہیں دنیا کی
تو ساری خبریں تھیں بس ایک ملول سی اس کی توجہ کی
طالب لڑکی سے بے خبر تھا۔
اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور پھر منتظر
نظریں اٹھائیں سیاہ کول تار کی سڑک پر سفید آلٹو اپنی
مخصوص رفتار سے چلی آرہی تھی وہ سنبھل کر کھڑی ہو
گئی گاڑی گیٹ پر رکی وہ ہمیشہ کی طرح بے خبر سا نیچے اترا
ایک ہاتھ میں بریف کیس تھا کندھے پر کوٹ اور ڈھیلی
ڈھالی ٹائی چہرے پر تھکن اور سنجیدگی تھی یشرح نے
بغور اس بہت اپنے مگر اجنبی شخص کو دیکھا اس کا دل
چاہا وہ اس شخص کی ساری تھکن سمیٹ لے کوئی ایسی
بات کرے کہ اس کے سنجیدہ خاموش چہرے پر ایک
پل ہی کو مسکراہٹ کی کرن کوند جائے مگر وہ جانتی تھی
کہ اس جرات پر اس کا رد عمل کس قدر شدید ہو سکتا
ہے۔
"پتہ نہیں یہ شخص ناک کی سیدھ میں کیوں چلتا تھا
کبھی ایک نظر ہی اس پر ڈال لے تو کیا بگڑ جائے گا۔"

لمبے لمبے مضبوط قدم اٹھاتا وہ گیٹ کھول کر اندر آیا
یشرح کا دل اس کے ہر قدم کے ساتھ دھڑک رہا تھا
جب ہی اچانک اس نے ٹیرس پر کھڑی یشرح پر نظر ڈالی
دوسرے ہی لمحے اس کی شفاف پیشانی پر لکیریں نمایاں
تھیں اور گھنی مونچھوں تلے ہونٹ بھنچ گئے تھے
آنکھوں میں عجیب سرد سی کیفیت نمایاں تھی یشرح
گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی ہاتھ پاؤں لرزنے لگے اور
ہتھیلیوں سے پسینہ پھوٹ پڑا دل کی خواہش پوری
ضرور ہوئی تھی ایک نظر کی خواہش مگر کیسی ریڑھ کی
ہڈی تک سنسنا دینے والی نظر تھی۔
اس نے فریج کھول کر ٹھنڈا پانی پیا پنکھا فل کر دیا
اے سی چلا دیا مگر دل قابو میں ہی نہیں آرہا تھا وہ بیڈ پر
لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی جانے وہ کیا سمجھا
تھا اسے کیسی لڑکی جانا تھا۔
"بی بی جی آپ کو صبیحہ بیگم بلا رہی ہیں۔" ابھی وہ
صحیح طور سنبھلی بھی نہ تھی کہ بشیراں نے آکر نیا مژدہ
سنایا۔
"ہیں..... پھوپھو؟ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ بری طرح
ڈر گئی یقیناً "اس شخص نے پھوپھو کو کچھ نہ کچھ کہا تھا جو
فوراً" جواب طلبی ہوئی ہے۔
"بس کہا کہ یشرح بی بی کو بلا لاؤ اور خبیب صاحب
کے ساتھ اندر چلی گئیں۔" بشیراں کی بات سن کر وہ
مزید دہل گئی پھوپھو کے آگے بے عزتی نے اس کی
ٹانگوں کی جان نکال دی جانے اس نے کیا کہا ہو گا کیا
سمجھا ہو گا بابا بھی گھر پر نہیں تھے ورنہ انہیں کا سہارا
لیتی ڈرتے ڈرتے پھوپھو کے گھر آئی صحن عبور کر کے
جالی کا دروازہ کھولا پورا پیسیج خالی تھا سامنے کچن کی بھی
لائٹ آف تھی اس کا مطلب تھا سطوت بھی وہیں ہو
گی آہستگی سے اس نے پھوپھو کے کمرے کا پردہ ہٹایا
پھوپھو کے بیڈ پر سطوت اور صارم پھوپھو کے ساتھ سر
جوڑے بیٹھے جانے کیا دیکھ رہے تھے بیڈ کی کرسی پر وہی
شخص آنکھیں موندے بیٹھا تھا اس کا دل اچھل کر
حلق میں آگیا عموماً" وہ شخص پھوپھو کے ساتھ ہی ہوتا
تھا۔

"کب سے بلوایا ہے اب آرہی ہو۔" سب سے پہلے سطوت کی نظر اس پر پڑی سب نے سر اٹھا کر دیکھا سوائے ایک شخص کے اس نے جلدی سے سلام کیا پھوپھو نے آگے بڑھ کر ہمیشہ کی طرح گلے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا دل کو کچھ ڈھارس ہوئی۔

"دیکھیں جنابہ ہمارا کارنامہ کیسی زبردست تصویریں اتاری ہیں۔" بیڈ پر پھیلی تصاویر سے ایک اٹھا کر صارم نے اس کے آگے کی نکاح کی تصویریں تھیں وہ جھجھک کر وہیں کھڑی رہی۔

"آؤ بیٹا آرام سے بیٹھو اس لیے بلوایا تھا یہ شیطان تو بس جہاں بیٹھا بیٹھ گیا۔ بشیراں سے کہلوایا کہ تمہیں بلادے۔"

صبیحہ نے ہاتھ پکڑ کر اسے بھی بیڈ پر بٹھادیا سطوت ایک ایک تصویر اسے پکڑانے لگی ساتھ ساتھ تعریفیں بھی کرتی جارہی تھی سجی سنوری دلہن بنی وہ ہر تصویر میں ہی اچھی لگ رہی تھی مگر اس کی نظر اپنے برابر بیٹھے بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس پروقار اور جاذب نظر شخص پر ٹھہر جاتی تھی تصویروں میں بھی اس کے چہرے کا وقار اور متانت اور سنجیدگی پوری طرح نمایاں تھی اس کے برابر میں بیٹھا وہ اس قدر شاندار لگ رہا تھا کہ بے ساختہ ہی وہ ہر ہر تصویر کو بار بار دیکھ رہی تھی۔

"مانا کہ آپ بہت حسین لگ رہی تھیں مگر اس طرح بار بار تصویریں دیکھنے سے بہتر ہے کہ آئینہ دیکھ لیں۔" صارم نے اس کی چوری پکڑلی پھر کان کے پاس آکر سرگوشی کی۔

"ویسے آپس کی بات ہے بڑے بھیا کی آنکھوں میں دیکھ لیں۔" سرگوشی اتنی بلند ضرور تھی کہ ایک فٹ کے فاصلے پر بیٹھے شخص کے کانوں سے بھی ٹکرائی ہو گی اس نے چور نگاہوں سے دیکھا وہ ہنوز یونہی سپاٹ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

"بھائی آئیں آپ بھی دیکھیں ناں۔" سطوت نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا پھر خبیب کو آواز دی اس نے آنکھ کھول کر دیکھا سب سے پہلے سامنے بیٹھی یشرح پر نظر گئی اور ہمیشہ کی طرح بے گانگی لیے پلٹ گئی۔

"ان آنکھوں میں سوائے بے گانگی اور سرد مہری کے ہے ہی کیا۔" دل کی ایک رگ کٹ کر رہ گئی۔

"ایک کپ چائے بنا دو سطوت۔" کنپٹیوں کو ہاتھوں سے دباتے ہوئے اس نے سطوت سے کہا۔

"پہلے آکر دیکھ تو لو بچے کب سے آگے پھیلائے بیٹھے ہیں 'بعد میں پی لینا چائے ہر وقت یہاں وہاں کے کام پھیلائے رکھتا ہے یہ لڑکا اور پہلے کھانا کھانا پھر چائے پینا آفس میں پی پی کر دل نہیں بھرتا۔" صبیحہ ایک دم گرم ہو گئیں تو وہ خاموشی سے کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے آگے لے آیا صارم نے تصویریں اس کو پکڑائیں یشرح کا دل دھڑک گیا پہلی تصویر ہی دلہن بنی مسکراتی یشرح کی تھی لمحہ بھر ٹھہر کر وہ ایک ایک تصویر پلٹتا رہا یوں لگتا تھا جیسے وہ پھوپھو کے حکم کی تعمیل کر رہا ہو چہرے پر وہی ازلی متانت آنکھوں میں وہی بے گانگی رویے میں وہی بے اعتنائی صاف لگ رہا تھا کہ وہ بس فارمیلیٹی نبھا رہا ہے۔

یشرح کا دل اس اجنبی ماحول سے اچاٹ ہو گیا اور خاص طور پر اس ستم گر سے جو مکمل طور پر اجنبی بنا ہوا تھا۔

"بابا آنے والے ہوں گے پھوپھو میں جارہی ہوں" وہ ایک دم کھڑی ہو گئی اور پھر سب کے روکنے پر بھی نہیں رکی حتی کہ اس شخص نے بھی اپنا جھکا سر اٹھا کر اس کے ضدی انداز کو دیکھا تھا مگر وہ بغیر آگے پیچھے دیکھے باہر نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

صبح سے تیز بارش ہو رہی تھی لان ہرا بھرا بھیگا بھیگا دلکش لگ رہا تھا صبح سے سورج کو بدلیوں نے ڈھانپ رکھا تھا موسم بے حد حسین ہو رہا تھا کتنی دیر تک وہ بارش میں بھیگتی رہی صارم اور سطوت بھی اس کے ساتھ تھے اب بھی اچھی خاصی بارش ہو رہی تھی تینوں بھیگ رہے تھے صبیحہ کتنی آوازیں دے چکی تھیں مگر کوئی شنوائی ہی نہ تھی۔

"یار ہمارے صحن میں بارش کا اور مزہ آتا کشتیاں بنا کر چھوڑتے تمہارا لان تو خشک ہے۔" صارم نے جھانک کر صحن میں کھڑے پانی کو دیکھا وہ صبح سے ہی اس کو بلا رہا تھا مگر وہ اس دن سے وہاں نہیں گئی تھی سطوت نے خود ہی پورا البم اسے لا دیا تھا اگر کبھی پھوپھو بلاتیں بھی تو وہ کھڑے کھڑے اس وقت جاتی جب وہ ستمگر، کٹھور بے نیاز شخص نہ ہوتا ہاں مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے آنے کے وقت ٹیرس پر چلی جاتی جیسے ہی اس کی وائٹ آلٹو گیٹ کے قریب آتی وہ اندر چلی جاتی پھر کمرے کی کھڑکی کا پردہ ذرا سا اٹھا کر اس بے خبر کو اس وقت تک دیکھتی رہتی جب تک وہ نظر آتا رہتا یا پھر رات میں اپنی دراز کھول کر البم نکالتی اور انہماک سے اس کے نقوش ازبر کرتی اس کی فراخ پیشانی، مغرور ناک، خوابناک سرد مہر آنکھیں، گھنی گھنی مونچھیں اور بھرے بھرے ہونٹ اس کے سانولے رنگ پر بھلے لگتے تھے پتہ نہیں وہ اتنا اچھا تھا یا اس کا پاگل من اور پیاسی آنکھیں ہی اس چہرے کی تمنائی تھیں۔

"تم لوگ ابھی تک بھیگ رہے ہو۔" کی چین ہاتھ میں لیے باہر جاتے انصاری صاحب نے ان تینوں کو غصے سے دیکھا صحن عبور کرتی صبیحہ بھی آگے آئیں انصاری صاحب نے بہن کو سلام کیا۔

"کب سے بلا رہی ہوں مگر سنتے کہاں ہیں، آئے خبیب بتاؤں گی اسے کتنا ستا رکھا ہے ان لوگوں نے۔" بیچ کے گیٹ سے جھانکتی صبیحہ نے ڈرایا۔

"امی میں جا رہی ہوں۔" سطوت بچاری ڈر کر فورا" ہی بھاگی۔

"اوفوہ چلو بھئی اس سے پہلے کہ بگ بی تشریف لے آئیں انسان کو ہر وقت بری گھڑی، منی و یگنوں اور بڑے بھیا سے ڈرنا چاہیے یہ تینوں ہمیشہ بتائے بغیر آتے ہیں اور حشر کر دیتے ہیں۔" صارم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"فضول بکواس کیا کرو بس۔" انصاری صاحب نے مسکرا کر ڈانٹا تو وہ بھی صبیحہ کے ساتھ چلا گیا۔

"اب تم بھی جا کر چینج کرو ہمدانی صاحب سے کچھ کام ہے میں وہیں جا رہا ہوں ایک گھنٹہ تک آجاؤں گا۔" اسے ہدایت دے کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئے شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ اندر آگئی۔

"بی بی جی وہ آئے ہیں وہ....." ابھی اس نے اپنی بنائی ہوئی کافی کا ایک گھونٹ ہی بھرا تھا جب افتاں و خیزاں رضیہ بھاگتی ہوئی آئی۔

"کون آئے ہیں۔"

"وہی جی غصہ والے مونچھوں والے خبیب صاحب میں نے ڈرائنگ روم میں بیٹھا دیا ہے۔"

"ہیں خبیب....." اس کے اوسان ہی خطا ہو گئے جلدی سے کپ ٹیبل پر رکھا وہ تو کبھی نہیں آیا تھا بابا بھی گھر پر نہیں تھے جانے کیا کام تھا وہ بری طرح بوکھلا گئی دل کے اندر کہیں خوش فہمی کا جگنو بھی چمکا تھا۔

"تم چائے لے کر آؤ ڈرائینگ روم میں کچھ اسنکیس وغیرہ بھی رکھ لینا۔" اسے ہدایت دے کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی وہ لرزتے قدموں سے ڈرائینگ روم میں چلی آئی اخبار کا فرنٹ پیج منہ کے سامنے کیے وہ صوفے پر بیٹھا تھا سامنے کچھ فائلز رکھی تھیں۔

"اسلام علیکم۔" اس نے سلام کیا اخبار آگے سے ہٹا پھر وہ سروقد کھڑا ہو گیا۔

"وعلیکم السلام..... ماما کہاں ہیں۔"

"کچھ دیر پہلے ہمدانی انکل کے پاس گئے تھے۔"

"کب تک آئیں گے....."

"ایک گھنٹہ کا کہہ کر گئے ہیں شاید آتے ہوں۔" رضیہ ٹرالی گھسیٹتی اندر لائی۔

"ہوں..... آئیں تو مجھے پیغام بھجوا دیجئے گا۔" سینٹر ٹیبل پر رکھی فائلز اٹھا کر وہ جانے لگا۔

"آپ..... بیٹھیں چائے تو پی کر جائیں بابا آتے ہوں گے۔" وہ بے چینی سے آگے بڑھی وہ ٹھٹھک کر رک گیا ایک نظر کاٹن کے پرنٹڈ اسکائی بلیو اور سی گرین اسٹائلش سوٹ پہنے گھبرائی ہوئی لڑکی پر ڈالی جس کے بھیگے بال الجھے الجھے اس کے شانوں پر پڑے

تھے پھر فراخ پیشانی پر دو لکیریں نمایاں ہو گئیں یشرح مزید گھبرا گئی۔

"جب ماما آئیں گے تو آکر چائے بھی پی لوں گا آپ تکلف نہ کیجئے۔" وہ فوراً" ہی دروازہ عبور کر گیا خشک لہجہ' ناگوار رویہ اور طرز تخاطب کا ہتک آمیز انداز کتنی دیر تک اس کے سماعت میں گونجتا رہا خوش فہمی کا ننھا سا جگنو تمسخر اڑاتا جانے کہاں اڑ گیا تھا اس کی جگہ نارسائی کا کرب اپنے پر پھیلائے اس کے پورے وجود میں آبیٹھا۔

بابا کے آنے پر اس نے انہیں اس ستم گر کے متعلق بتا دیا بابا بجائے اسے بلانے کے خود ہی وہاں چلے گئے بلکہ اسے بھی لے جانے لگے اس نے انکار کر دیا وہ بری طرح کھول گئی تھی۔

"بے حس' بے قدر' مغرور' کھٹور۔" وہ نم پلکیں لیے کتنی دیر تک بیٹھی رہی۔ دل الگ مسلسل احتجاج کر رہا تھا اس نے خود پر کڑے ضبط کے پہرے لگا دیے تھے۔

☆ ☆ ☆

زور دار پٹاخوں کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی ہر کوئی پٹاخے پھاڑنے میں خوش تھا اکثر گھروں سے مختلف اقسام کے حلووں کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ آج شب برات ـــــ تھی ہر سمت ایک شور ہنگامہ بپا تھا۔

"آؤ سطوت ڈرنے کی کیا بات ہے کتنا مزہ آ رہا ہے۔" کاٹن کے گرے ایمرائیڈری سوٹ میں ڈھیروں پھلجڑیوں اور پٹاخوں کا ڈھیر کرسی پر سجائے وہ صارم کے ساتھ کھڑی ایک ایک کر کے پھلجڑیاں جلا رہی تھی بابا نے صبح ہی اسے کئی پیکٹ لا کر دیے تھے وہ شام کو نہا کر حلوہ لیے پھوپھو کے پاس آ گئی تھی بلکہ پھوپھو نے اسے بڑے اصرار سے بلایا تھا سو وہ انکار نہ کر سکی صارم بھی پٹاخے لے کر آیا تھا دونوں ہی پرجوش تھے سطوت دور کھڑی خوفزدہ سی سب دیکھ رہی تھی۔

"چھوڑو اس ڈرپوک کو پٹاخے پھوڑتے ہیں۔"

پٹاخوں کے ڈھیر میں سے صارم نے پٹاخا نکالا یشرح نے جلدی سے لے لیا جیب سے ماچس نکال کر صارم نے پٹاخا جلانے کا طریقہ سمجھایا وہ بڑے جوش سے جلانے لگی۔

"یشرح یہ پھٹ جائے گا آؤ ہم لوگ چنے کی دال کا حلوہ کھاتے ہیں۔" اسے ماچس جلاتے دیکھ کر سطوت چلائی مگر وہ ان سنی کر کے تیلی دکھا کر بھاگ کر پیچھے ہوئی زوردار آواز کے ساتھ پٹاخا پھٹا سطوت چیخ کر اندر بھاگی سورہ یاسین پڑھتا حبیب بری طرح چونک گیا پھر سر پر ٹوپی لیے وہ سیدھا باہر آیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ۔" گرجدار آواز سن کر وہ جلتی پھلجڑی جلدی سے نیچے پھینک کر کھڑی ہو گئی صارم بچارہ بھی ہاتھ پیچھے کیے کھڑا تھا مگر وہ سامنے کرسی پر رکھے ڈھیر کو چھپا نہ پائے۔

"یہ عبادت کی رات ہے یا ہندوؤں کی طرح پھلجڑیاں بم چھوڑنے کی اتنی بڑی بابرکت شب ہے اور تم بجائے کسی نیک کام کے یہ کر رہے ہو اٹھاؤ یہ ساری خرافات کیا خبر کوئی بیمار ہے' عبادت کر رہا ہے بزرگ ہے مگر تم لوگوں کو اپنی تفریح کی پڑی ہے۔"

اس قدر اچانک حملہ پر دونوں کی سٹی گم ہو گئی مزید ڈانٹ اور تقریر کے بعد آخر میں کرسی پر پڑی ساری چیزوں پر ایک نظر ڈالی اور پھر دوسری قہر بھری نظر ان دونوں پر۔

"کس نے لا کر دی ہیں یہ خرافات تم لائے ہو....." صارم بیچارہ متوقع حملے سے گھبرا گیا۔

"بابا..... بابا نے۔" یشرح نے جلدی سے اس کی جان بچائی حالانکہ وہ اس شخص سے بات نہ کرنے کا عہد کر چکی تھی۔

"تو یہاں کیوں لائی ہیں اٹھائیں اور یہ سارے شوق اپنے گھر میں پورے کیجئے۔" وہی اکھڑ روڈ لہجہ' وہی اجنبیت غیریت بھرا انداز یشرح کی آنکھیں بھرنے لگیں یہ اس کا گھر تھا اس کی راجدھانی تھی وہ تو وہاں محض ایک مہمان تھی مگر مہمانوں کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے اور وہ..... وہ پلٹ کر چیزیں سمیٹنے لگی ایسی

اہانت' ایسی تحقیر گویا صاف جواب تھا کہ بی بی تمہارا اس گھر اور اس گھر کے افراد سے کوئی تعلق نہیں اور جس سے اٹوٹ تعلق تھا یشرح نے آہستگی سے نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا۔

"مسجد چلو میرے ساتھ۔" صارم کو حکم صادر کر کے دوبارہ جالی کا دروازہ کھولتا وہ اندر گم ہو گیا۔

"ایسے ڈانٹتے ہیں' بیوی ہے وہ تمہاری دہلا دیا ہو گا بچی کو....." اندر سے پھوپھو کی آواز آ رہی تھی۔

"سوری یار بڑے بھیا آج زیادہ غصہ میں ہیں..... تم گھر چلو میں چکمادے کر ابھی آتا ہوں۔" اس کا اترا چہرہ اور گلابی آنکھیں دیکھ کر صارم نے تسلی دی وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا کر اپنے گھر چلی آئی۔

"ہونہہ بیوی..... کبھی انسان تک تو سمجھا نہیں ہے بیوی سمجھیں گے۔" حلق میں نمکین گولہ اٹک گیا۔

سطوت کے سمجھانے پر وہ اس شخص کا رویہ قبول کر چکی تھی بلکہ وہ شخص تو دل کے نہاں خانوں میں بسا اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں خواب بن کر بس رہا تھا اس کے نام کا حوالہ ارد گرد کتنے ہی پھول کھلا دیتا تھا اس نے تو نکاح کے بعد پھوپھو کے گھر جانا بھی چھوڑ دیا تھا اس وقت جاتی تھی جب وہ کھٹور نہیں ہوتا تھا مگر دل کسی نو عمر بچے کی طرح بلکتا اور آنکھیں اس کی ہمراہی کے خواب بنتے بنتے جب اس کی دید کی پیاسی ہو جاتیں تو وہ چپکے سے اس کے سامنے چلی جاتی تھی کوئی بہانہ کبھی کوئی حیلہ مگر وہاں تو فقط بے اعتنائی بے توجہی تھی وہ سر تو کیا نظر اٹھا کر بھی اس کے سمت نہ دیکھتا تھا اگر کبھی اتفاقیہ نظر پڑ جاتی تو وہ اتنی سرد اور بے گانگی لیے ہوتی کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگتی وہ خاموشی سے درد بھرا دل لیے پلٹ آتی اکثر اندر موجود انا اور خودداری اسے غیرت کا سبق پڑھاتی مگر وہ ضدی دل کے ہاتھوں مجبور تھی پتہ نہیں وہ کیسا سرد مہر کھٹور سا شخص تھا کہ اس کی نظر اپنے نام سے وابستہ اس لڑکی پر پڑتی ہی نہ تھی جو اپنے ہاتھوں میں اپنے دامن میں چاہتوں کے پھول لیے اس کے قدموں میں وارنے کو کسی پجارن کی طرح کھڑی تھی۔ مگر وہ شخص تو اپنا نام اس کے آگے لگا کر اسے بالکل بھول بیٹھا تھا اس کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت کوئی اہمیت نہ تھی۔

پوری رات اس کا تکیہ آنسوؤں سے بھیگتا رہا اپنی کم مائیگی کے احساس نے اسے اپنے معبود کے آگے ہتھیلیاں پھیلائے پوری رات بٹھائے رکھا تھا اک وہی تو تھا جو سب کی سنتا تھا اور دل کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیتا تھا۔

☆ ☆ ☆

رمضان کا چاند نظر آ گیا تھا مساجد میں تراویح کے لیے اعلان ہو رہا تھا سب ہی جیسے گھروں سے باہر نکل آئے تھے وہ بھی بھاگ کر بابا کو سلام کرنے ان کے کمرے میں گئی۔

"آپا کو سلام کرنے نہیں گئیں۔" اسے پیار کر کے انہوں نے ٹوکا وہ شب برات سے جو آئی تھی تو پھر دوبارہ نہیں گئی۔

"چلو دونوں چلتے ہیں میں بھی آپا کو سلام کر آؤں۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی بہانا بناتی بابا سلیپرز پہنتے اٹھ گئے۔ ناچار اسے بھی ان کے پیچھے جانا پڑا۔

"چاند مبارک ہو آپا۔" کمرے میں جاتے ہی انصاری صاحب نے زوردار آواز میں مبارک باد دی وہ سب ٹی وی کے آگے براجمان تھے صبیحہ نے بھائی کو گلے لگایا پھر یشرح کو ہمیشہ کی طرح پیار کیا سطوت' صارم اور وہ کھٹور شخص بھی آگے بڑھ کر انصاری صاحب سے ملا ہمیشہ کی طرح اسے نظر انداز کر دیا وہ سر جھکائے پھوپھو کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"سحری یہاں ہمارے ساتھ کرنا وہاں کون بنائے گا۔" صبیحہ جانتی تھی ان کی بھتیجی ان کاموں میں کوری ہے سو بھائی کو کہنے لگیں سطوت اٹھ کر چائے بنانے چلی گئی۔

"بشیراں آجائے گی قریب ہی تو کوارٹر ہے اس کا۔" انصاری صاحب نے پہلے ہی بشیراں اور رضیہ سے بات کر رکھی تھی۔

"چلو جیسی تمہاری خوشی اگر یہاں آجاتے تو

سہولت رہتی سب مل کر دستر خوان پر بیٹھتے۔"

"بے شک آپا..... کبھی کبھی ہم لوگ آجایا کریں گے اگر آپ کی بہو کی آنکھ کھل جائے ورنہ یہ تو ان ٹائم بھاگم بھاگ برش کر کے ایک گلاس دودھ لیتی ہے نماز بھی جانے کیسے پڑھتی ہوگی۔"

"ابھی بچی ہے وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے آہستہ آہستہ ذمہ داری آتی جائے گی۔" صبیحہ نے پیار سے سر جھکائے یشرح کو دیکھا۔

"ویسے ماما وہ خوش نصیب دن کب آئے گا جب یہ ذمہ دار ہوں گی۔" کافی دیر خاموش بیٹھے صارم نے انصاری صاحب سے پوچھا چائے کی ٹرے لاتی سطوت نے ٹرے کارنر ٹیبل پر رکھ دی۔

"یشرح غیر ذمہ دار تو نہیں ہے بس زیادہ ہے۔" چائے کے کپ سب کو پکڑاتے ہوئے سطوت نے جواب دیا۔

"آج اتنی خاموش کیوں ہو یشرح۔" مسلسل خاموشی کو صبیحہ نے نوٹ کیا۔

"نہیں تو پھوپھو....." وہ زبردستی مسکرائی۔

"تم سناؤ بٹیا کیسا چل رہا ہے آفس....." انصاری صاحب نے خبیب کی جانب متوجہ ہوئے۔

"اللہ کا کرم ہے ماما" وہ بھی فوراً متوجہ ہوا۔

"اگر کوئی پرابلم ہو تو مجھ سے ضرور ڈسکس کرنا....." بابا جانے آگے کیا کہتے کہ اس نے بات کاٹ دی۔

"ماما میں ہر قسم کی پرابلم کو فیس کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں آپ کا بہت شکریہ....." بے شک لہجے میں احترام تھا مگر انداز کسی حد تک روڈ ہی تھا یشرح نے جھکا سر اٹھا کر اسے دیکھا کسی قدر رف حلیے میں سیاہ شلوار قمیض کے ساتھ بکھرے بکھرے بالوں میں ماتھے پر ہمیشہ کی طرح شکن ڈالے وہ اس کے بابا کے مقابل تھا انصاری صاحب ایک دم خاموش ہو گئے۔

"خبیب" تنبیہہ کرتی نگاہ سے صبیحہ نے اپنے اکھڑ' کرخت بیٹے کو وارن کیا صارم بھی ہونق بنا دیکھ رہا تھا۔

"سوری ماما میرا مقصد یہ نہیں تھا ہر انسان کو اپنی راہیں خود تلاشنی چاہئیں جو لوگ کسی کی انگلی کے سہارے کے منتظر ہوتے ہیں وہ ہمیشہ سہاروں ہی کی تلاش میں رہتے ہیں اور سہارے ہمیشہ بودے ہوتے ہیں۔" وہ گویا ہوا تھا یشرح نے اس کی آنکھوں کو واضح طور پر سرخ ہوتے دیکھا تھا۔

"تم جیسے ہی نوجوان والدین کا فخر اور قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں میری جان آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی سن۔"

"پتہ نہیں بیٹیوں کے والدین اتنے کم ہمت کیوں ہوتے ہیں۔" بابا کے اس طرح کہنے پر وہ تلخی سے سوچ کہ رہ گئی مگر انصاری صاحب کے لہجے میں واقعی اس کے لیے فخر جھلکنے لگا ایسا داماد بھی نصیب والوں کو ملتا ہے۔

"آئی ایم ساری ماما مگر مجھے کسی کے تعاون کسی کے سہارے کی عادت نہیں ہے اور مجھے لوگ بھی وہی اچھے لگتے ہیں جو گر کر اٹھنے کے گر سے واقفیت رکھتے ہوں وہی کامیاب ہوتے ہیں جو ذمہ دار اور سنجیدہ ہوں زندگی کو محض تفریح سمجھ کر نہیں گزارتے میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔"

وہ دوبارہ معذرت کر رہا تھا انصاری صاحب نے اسے گلے لگایا اس کی بڑائی کی تعریف کی اس کے مستحکم خیال اور پختگی کو سراہا مگر وہ تو لفظ ہرٹ پر اٹک گئی تھی بابا چاہے اس کے لفظوں سے ہرٹ ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں وہ ضرور ہوئی تھی در پردہ وہ اسے جتا گیا تھا کہ وہ غیر ذمہ دار غیر سنجیدہ زندگی کو محض تفریح سمجھ کر گزارنے والی لڑکی ہے جس کی اس کے دل میں قطعی کوئی عزت کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ تو خود اپنے سر پر اچھائی' ذمہ داری اور سنجیدگی کا تاج سجائے ہوئے تھا اس کے دل میں بھلا اس جیسی عاقبت نا اندیش اور زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو محسوس کرنے والی لڑکی کا کہاں گزر ہو سکتا تھا۔ وہ تو بس سب پر احسان کا ٹوکرا رکھے خود قد آور کھڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

عصر کی اذان ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی بابا مسجد گئے

ہوئے تھے وہ بھی نماز پڑھ کر رضیہ اور بشراں کے پاس کچن میں آگئی تاکہ افطار کی تیاری کا جائزہ لے سکے دونوں جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھیں۔

"سب کچھ ہو گیا ہے جی عصر کے بعد وقت ہی کہاں رہ جاتا ہے....." کڑاہی میں پکوڑے ڈالتے ہوئے بشراں نے شیلف پر رکھی چیزوں کی طرف اشارہ کیا' دہی بڑے' فروٹ چاٹ' چھولے' اورنج جوس' کھجوریں' سموسے' پکوڑے سب ہی لائن سے رکھے ہوئے تھے اس نے ایک بڑی کانچ کی ڈش اٹھا کر ہر چیز پیالوں پلیٹوں میں ڈال کر سلیقہ سے ٹرے میں رکھی۔

"بابا آئیں تو کہنا پھوپھو کے یہاں لے کر جا رہی ہوں۔" بشراں کو بتاتی وہ ٹرے اٹھائے پھوپھو کے گھر آ گئی صحن میں ہی پکوڑے تلنے کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی کچن کے دروازے سے سطوت کا ڈوپٹا نظر آ رہا تھا وہ وہیں آ گئی۔

"ارے یہ تم اتنا کچھ لے آئیں۔" سطوت نے ٹرے میں رکھی ساری چیزوں کو دیکھا۔

"ہاں تمہاری پسند کی چاٹ ہے کھا کر مجھے دعائیں دو پھوپھو کہاں ہیں۔" اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

"اندر کمرے میں قرآن شریف پڑھ رہی ہیں جاؤ چلی جاؤ۔"

"صارم نظر نہیں آ رہا کیا آیا نہیں ہے۔" جاتے جاتے اس نے پوچھا عموماً" وہ افطار کے وقت گھر پر ہوتا تھا۔

"بھائی نہیں ہیں تو سو رہے ہیں جناب ذرا اٹھا دینا افطار کا وقت ہونے والا ہے۔" وہ ۔ اسے اٹھانے کی بجائے پھوپھو کے کمرے کی طرف بڑھ گئی دل کو یہ بھی اطمینان تھا کہ خبیب نہیں ہے خوامخواہ اس کے نظرانداز کرنے پر وہ حساس ہو جاتی تھی۔ بڑے جتن کے بعد تو دل کو بہلایا تھا کچھ سطوت کے وقتاً" فوقتاً" سمجھانے کا بھی اثر تھا۔

"امی ۔ جانتی تھیں میرے مزاج کو پھر بھی یہ فیصلہ کیا اس کا مزاج میرے مزاج سے بہت مختلف ہے لائف پارٹنر کے لیے میرے ذہن میں کسی سنجیدہ میچور سمجھدار لڑکی کا خیال تھا جو ہمارے گھر میں آسانی سے ایڈجسٹ کر سکے وہ نوکروں کے درمیان پلی ہے سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئی ہے صارم اس کا بچپنا تو تم نے بھی دیکھا ہے۔"

اندر سے خبیب کی بھاری آواز آ رہی تھی وہ وہیں رک گئی یقیناً" یہ گوہر افشانی اس کے متعلق تھی۔

"بھائی ابھی وہ کم عمر ہے ماما نے اسے لاڈ سے پالا ہے اکلوتی ہے مگر خود کو ہر ماحول میں ڈھال سکتی ہے اور بھائی نکاح کے بولوں میں تو بہت گنجائش ہوتی ہے آپ اسے موقع تو دیں....." دوسری حمایت کرتی آواز صارم کی تھی جسے سطوت سوتا سمجھ رہی تھی وہ تو آنکھیں کھولے جاگ رہا تھا۔

"ہونہہ موقع دوں..... اگر انجان لڑکی ہوتی تو پھر بھی کچھ حوصلہ تھا۔ کچھ تو سمجھ دار ہوتی گھر کا ماحول سمجھتی کچن کے کاموں سے دور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بسورنا' رات دن ٹی وی کے آگے رہنا خود کو فلموں کی ہیروئن سمجھنا۔ میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتا اس کے لیے نوکروں کی فوج نہیں جمع کر سکتا یہ فیصلہ امی نے کیا ہے اور تم جانتے ہو میں امی کی کسی بات سے انحراف نہیں کر سکتا پلیز یار یہ جلدی رخصتی کا شوشا ختم کرواؤ میں ذہنی طور پر اسے قبول نہیں کرتا ایک درد سر باندھ دیا ہے میرے پلے نہ دن کو سکون ہے نہ رات کو چین' کسی طرح بھی اس مصیبت سے میری جان چھڑاؤ میں اور....."

اس سے زیادہ سننے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا اگر وہ کچھ دیر اور کھڑی رہتی تو اپنا حوصلہ کھو بیٹھتی تیزی سے پلٹ کر وہ بھاگتی ہوئی پیسج' کچن کمرہ کراس کرتی جالی کا دروازہ کھولتی صحن سے لان میں آ گئی آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

کیا کیا خواب نہیں دیکھے تھے کیا کیا سپنے نہیں بنے تھے ہر خواب ہر خیال میں وہ کٹھور اس کے سنگ ہم قدم تھا اپنے سارے ناروا اجنبی سلوک کے باوجود وہ اس کے خیال سے دامن نہیں چھڑا پاتی تھی بلکہ یہ نادان دل ہی زبردستی اس کا دامن تھامے آنکھوں کی

پتلیوں میں سپنے سجائے خوش فہم بنا ہوا تھا کتنی بار اس نے شعوری کوشش کر کے دامن جھٹکنا چاہا تھا حقیقت سے آنکھ ملانی چاہی تھی مگر ہر روز سیاہ کول تار کی سڑک پر رواں گاڑی اور اس سے اترتا شخص اس کے سارے حوصلے پست کر دیتا اس کی چال کا وقار بھاری اٹھتے قدم جیسے ساری دنیا اس کے قدموں میں ہو اس کا پر غرور وجود جیسے وہ ناقابل تسخیر ہو اور واقعی وہ اس محاذ پہ شکست کھا چکی تھی جو دل کے سب سے قریب ہو دل میں بستا ہو اس کی نظر میں آپ کی حیثیت معمولی سی بھی نہ ہو تو دل کرلانے لگتا ہے سسکتا ہے تڑپتا ہے وہ بھی رو رہی تھی سسک رہی تھی تڑپ رہی تھی اس شخص کی نگاہوں میں وہ کچھ بھی نہیں تھی بس ماں کا اصرار تھا اور اس نے حکم عدولی نہ کی تھی۔

"یشرح..... یشرح۔" بابا اندر سے آوازیں دیتے آ رہے تھے اس نے جلدی سے دوپٹے سے چہرہ رگڑا۔

"بیٹا اذان ہونے والی ہے کہاں ہو....." وہ تیز تیز قدم اٹھاتی بابا کے پاس پہنچ گئی وہ بابا سے کہنا چاہتی تھی کہ بابا آپ کا انتخاب غلط ہے وہ تو بے حس اور ظالم ہے جانے کیسے آپ کو پر خلوص اور نرم خو لگتا ہے۔

"کیا ہوا ہے بیٹا تمہیں....." سرخ چہرہ بھیگی پلکیں ساری داستان سنا رہا تھا۔

"پھوپھو کے گھر سے لان میں آتے ہوئے پاؤں میں زور سے چوٹ لگ گئی۔" روزے میں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے مگر وہ اپنا بھرم رکھنا چاہتی تھی وہ شخص جب اپنی نفرت دل میں چھپائے ہوئے تھا تو وہ کیوں خود کو عیاں کر کے سب پر ظاہر کرتی۔

"زیادہ زور سے تو نہیں لگی..... دیکھ کر چلا کرو بھاگتی دوڑتی رہتی ہو دکھاؤ....." وہ بے چین ہو کر پوچھنے لگے جب ہی اللہ اکبر کی گونج سنائی دی۔

"چلیں بابا اذان ہو گئی روزہ کھولیں۔" وہ جلدی جلدی کا شور مچا کر انہیں ڈائنگ روم میں لے آئی فی الحال بابا بھی اسے بھول کر افطار کی دعا پڑھ کر کھجوریں اس کے آگے رکھنے لگے کھجوریں اس کے گلے میں اٹکنے لگی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ ظہر کی نماز کے بعد تلاوت کر کے لیٹ گئی گھڑی ساڑھے تین بجا رہی تھی آنکھوں میں نیند تو تھی نہیں بہر حال اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں بند پلکوں میں ایک شبیہ لہرائی اس نے فوراً" آنکھیں کھول لیں۔

آنکھیں جانے کب سے کسی کی ہمراہی کے خواب بننے لگی تھیں مگر اب وہ آنکھیں کھول لیتی تھی دل انجانے رنگ میں دھڑکتا تو دل کو ڈپٹنے لگتی۔ ذہن کسی اور طرف گامزن ہوتا تو وہ سر جھٹک جھٹک کر بے حال ہو جاتی اس نے اپنی توہین کا وار بڑے صبر سے جھیلا تھا آنکھوں، دل حتی کہ بلکتی روح پر بھی پہرے بٹھا دیتی، وائٹ آلٹو کی مخصوص آواز آتی آنکھیں بے تاب ہو کر اس شخص کے دیدار کو ترستیں مگر وہ یونہی بے حس بنی ہر طرف سے نظریں چرائے بیٹھی رہتی۔

پچھلے تیرہ دن سے وہ خود کو سمجھائے جا رہی تھی مگر دل کسی ضدی بچے کی طرح چاند چاند کی خواہش میں بے چین ہو رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی اور بابا نے اندر جھانکا۔

"ارے بابا آپ مجھے بلا لیتے۔" وہ جلدی سے ڈوپٹا اوڑھ کر کھڑی ہو گئی بابا اندر آ کر اس کے بیڈ پر بیٹھ گئے۔

"آج کل ہماری بیٹی بڑی خاموش ہے ہم نے سوچا خود ہی چل کر پوچھتے ہیں کیا روزے زیادہ لگ رہے ہیں۔"

"نہیں تو بابا بس کالج سے واپسی پر تھکن ہو جاتی ہے پھر نماز تلاوت وغیرہ کے بعد کچھ دیر آرام چار تو ایسے ہی بج جاتے ہیں پھر عصر اور مغرب میں ٹائم کتنا مختصر ہوتا ہے اور آپ بھی تو جانے کہاں کہاں مصروف ہوتے ہیں۔" بندہ چاہے خود مطمئن ہو نہ ہو خود سے وابستہ لوگوں کو ضرور مطمئن دیکھنا چاہتا ہے۔

"ہر کوئی مصروف ہے۔ خبیب کو سمجھاتا رہتا ہوں مگر وہ بھی مجھے غیر سمجھتا ہے آپا بھی اپنے بیٹے کی ہمنوا ہیں چلو خیر اچھا ہے انسان میں خود آگے بڑھنے کی لگن

ہونی چاہیے خبیب جیسے ہی لوگ بالآخر خود کو منوا لیتے ہیں ان کی نظریں آسمانوں پر ہوتی ہے ان کے آدرش اونچے ہوتے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں بیٹا کہ کبھی کبھار اگر کسی اپنے کے لیے تھوڑی دیر کو ہی سہی انا، خود داری کی، اونچی دیواروں میں ایک ہلکا سا روزن نکال لے تو فاصلے قدرے کم ہو جاتے ہیں....." اسے بابا کی اتنی لمبی چوڑی بات کا مفہوم سمجھ نہیں آ رہا تھا اول تو بابا نے کبھی اس سے خبیب کے متعلق کچھ کہا ہی نہیں تھا تو پھر اب۔

"بابا آپ کا مطلب کیا ہے۔" اس کی پریشان صورت دیکھ کر انہیں احساس ہوا۔

"ارے کچھ نہیں اکثر انسانی زندگی میں ایسے بھی پر پیچ موڑ آتے ہیں جو بد دل کر دیتے ہیں بس اب میں چاہتا ہوں جلد از جلد تم اپنے گھر کی ہو جاؤ تاکہ میں سکون سے مر سکوں ....." انہوں نے فوراً" بات سنبھالی۔

"پلیز بابا فضول بات نہ کریں میرا آپ کے سوا ہے کون" اس کا دل دہل گیا ماں کے انتقال کے بعد وہ ویسے ہی خوفزدہ ہو جاتی تھی۔

"اور میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" کانوں میں اس شخص کی آواز گونجنے لگی جو اس کے تذلیل کا باعث تھی۔

"میں تمہیں دور جانے بھی نہیں دوں گا آپا کا گھر ہمارے ہی گھر کا حصہ ہے جبھی تو میں مطمئن ہوں میری آنکھوں کے سامنے رہو گی۔"

"بابا..... بابا کیا آپ نے کہا تھا پھوپھو سے کہ۔" اس نے جھجھک کر پوچھنا چاہا مگر نظر جھکا کر رہ گئی انصاری صاحب سمجھ گئے۔

"ہاں بیٹا تعلیم کا کیا ہے پڑھتی رہو گی خبیب بہت اچھا ہے کھلے دماغ، کھلے دل کا بہترین شخص پھر تمہاری پھپھو کتنی محبت کرتی ہیں تم سے صارم، سطوت سب ہی محبت کرتے ہیں میرا تو جی خوش ہو جاتا ہے۔"

وہ انہیں کیا بتاتی کہ جس کے ساتھ اس کی زندگی کو وابستہ کر دیا گیا تھا وہ خوش نہیں تھا اس نے صرف اور صرف اسے اپنی ماں اور ماما کے حکم پر قبول کیا تھا اس کی نظر میں وہ بالکل بے وقعت بے حیثیت اور بے مول تھی وہ تو بہت اوپر آسمانوں پر بیٹھا تھا اور وہ زمین کا معمولی سا، حقیر ذرہ تھی اس کی نظر میں ایک معمولی اور حقیر لڑکی جب ہی دل میں کچھ کلک سا ہوا اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی وہی مخصوص ٹائم وہی مخصوص آہٹ جسم کان بن کر آہٹوں پر لگ گیا رواں رواں جیسے سماعت بن گیا تھا۔ دل اور آنکھیں بے چین و بے تاب ہو گئیں وہ خود کو سنبھالتے سنبھالتے جیسے بے حال ہو گئی روزانہ کا وہی معمول وہی بے چینی وہی بے تابی وہی خود کو سمجھانا دل کو ڈپٹنا خود سے لڑنا وہ یہاں سے اس ماحول سے فرار چاہنے لگی۔

"بابا ہم دوبارہ مسقط واپس چلیں یہاں دل نہیں لگتا۔" بے ساختہ ہی اس نے بابا کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر عاجزی سے کہا۔

"کتنی مشکلیں اٹھا کر تو ہم یہاں اپنوں میں آئے ہیں اپنوں سے دور کب دل لگتا ہے بیٹا۔" بابا نے اس کے الجھے انداز کو سمجھنے کی کوشش کی وہ کئی دن سے اسے دیکھ رہے تھے بات کرنا چاہتے تھے مگر وہ ہر بار خوب صورتی سے ٹال جاتی تھی اور اس وقت انہیں اپنی شریک سفر بہت یاد آتی تھیں باپ چاہے بیٹیوں کے ساتھ کتنے ہی بے تکلف ہوں مگر ماں کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔

"بابا جنہیں ہم اپنا سمجھتے ہیں وہ تو بہت فاصلے پر اجنبی بنے کھڑے ہوتے ہیں پھر کیوں ان کے لیے سب کچھ لٹایا جائے اور بابا جہاں اپنائیت ہو وہیں اپنے ہوتے ہیں آپ کوشش تو کریں ہمارا فلیٹ تو اب تک خالی ہو گا ہم لوگ وہیں چلتے ہیں۔" وہ یہاں کسی صورت نہیں رہنا چاہتی تھی سب ہی اسے بے وقوف اور لاپروا، احمق سمجھتے تھے چلو وہ شخص تو جو تھا سو تھا بابا نے بھی اسے کسی قابل کب سمجھا تھا اور سطوت سب کچھ جانتے ہوئے بھی اسے تسلی کی چادر میں خوابوں کے بیل بوٹے ٹانک کر اسے اوڑھا دیتی تھی اور..... اور وہ صارم چنچل شوخ اپنے بڑے بھیا سے خائف،

خوفزدہ ڈرا سہما کیسے اس شخص کا رازداں بنا ہوا تھا کیسے بلا جھجھک اسے کسی مدبر کی طرح سمجھا رہا تھا بس وہی اک عقل کی اندھی تھی اس نے کسی سے بھی کچھ نہیں کہا تھا کچھ نہیں پوچھا تھا وہ لوگ اب بھی اس کے پاس یونہی آتے تنگ کرتے تھے اور وہ انجان بنی رہتی تھی۔

"اچانک تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا کیوں جانا چاہتی ہو مسقط کوئی بات ہو گئی ہے کیا۔" انصاری صاحب کے چہرے پر تشویش آگئی۔

"وہاں میرا سارا بچپن گزرا ہے بابا میری دوستیں' سہیلیاں میرا بچپن میری ماما ان کے ہاتھ سے سجایا گیا وہ فلیٹ ان کی — خوشبو" اور اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔" اس کی آنکھوں کو نم دیکھ کر وہ بری طرح گھبرا گئے۔

"بس بابا میں وہاں جانا چاہتی ہوں آپ بس کسی بھی طرح چلنے کی کریں۔" وہ ضدی سی ہو گئی۔

"اچھا چلو تمہاری رخصتی کے بعد....." انہوں نے اسے بہلانا چاہا مگر اس نے بات کاٹ دی۔

"نہیں بابا ابھی بس آج کل میں۔" وہ اس کی ضد سے پریشان ہو گئے حالانکہ وہ کبھی بھی ضدی نہ رہی تھی انصاری صاحب نے کچھ دیر اسے دیکھا پھر دل ہی دل میں آج ہی بلکہ ابھی آپا اور خبیب سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"اوکے..... سوچتے ہیں ابھی تو عصر کی جماعت نکل جائے گی تم بھی افطار کا انتظام دیکھو میں مسجد جا رہا ہوں۔"

فی الحال انہوں نے بات سمیٹ دی اور باہر نکل گئے وہ خاموشی سے اٹھ کر خود وضو کرنے چلی گئی بہرحال اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ہر حال میں بابا کو منا کر رہے گی۔

☆ ☆ ☆

آج انیسواں روزہ تھا دوسرا عشرہ بھی بس ختم ہی تھا افطار میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا بشریٰ نے آج چھٹی کر لی تھی البتہ رضیہ کو ضرور بھیج دیا تھا اور رضیہ الگ پریشان حال الٹے سیدھے کام کر رہی تھی وہ جلدی جلدی اس کے ساتھ ٹیبل لگانے لگی بابا نے اس کا ساتھ دیا اور اس کے ہاتھ سے شربت کا جگ لے کر ٹیبل پر رکھا۔

"آپ بیٹھیں بابا بس ہو گیا۔" اس نے منع بھی کیا مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ لگے رہے۔

"جلدی ہو جائے گا..... بلکہ آجاؤ اذان کا وقت ہونے والا ہے....." وہ ہانپتی کانپتی جلدی سے پکوڑوں کی ٹرے اٹھائے ڈائننگ روم میں بھاگی اور آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اقبال..... اقبال۔" ابھی وہ صحیح طور پر سانس بھی نہیں لے پائی تھی کہ پھوپھو کی آواز پر چونک گئی حواس باختہ سی پھوپھو اندر آرہی تھیں ان کا چہرہ بالکل پیلا پڑا ہوا تھا ان کے پیچھے صارم' سطوت اور خبیب تھے سب کے چہرے ہی اترے ہوئے تھے اقبال انصاری گھبرا کر کھڑے ہو گئے وہ بھی بوکھلا گئی پھوپھو بری طرح رو رہی تھیں۔

"ہائے میری دکھیاری بہن اقبال مجھے فورا" لے چلو اسلام آباد فیروزہ کو دل کا دورہ پڑ گیا ہے آئی سی یو میں ہے اللہ میری بہن کو زندگی دینا اس کے بچوں کے سر پر ممتا کی چھاؤں رکھنا....." وہ روتی ہوئیں کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"حوصلہ کریں آپا انشاء اللہ اللہ بہتر کرے گا۔ آپ خود حوصلہ چھوڑ دیں گی تو فیروزہ کو کون حوصلہ دے گا۔" انصاری صاحب نے جلدی سے صبیحہ کو سنبھالا مگر وہ مسلسل روئے جا رہی تھیں۔

"کچھ دیر پہلے فون آیا تھا فراز کا گھبرایا ہوا تھا ابھی اتنی عمر بھی نہیں ہے اس کی ماں کو دیکھ کر گھبرا گیا اقبال ابھی چلو۔"

"ہاں ہاں..... چلو یشرح میرا بریف کیس لاؤ بلکہ ایک دو جوڑے بھی ڈال دینا سطوت تم بھی آپا کے کپڑے لاؤ مگر پہلے روزہ تو کھول لو اذان ہو رہی ہے۔"

اذان کی آواز پر جلدی جلدی جیسے تیسے کھجوریں منہ میں رکھ کر سب نے ایک دو گھونٹ پانی پیا یشرح اور سطوت بھاگ کر چھوٹا سا بیگ لے آئیں خبیب نے فون پر جہاز کے اوقات کار معلوم کیے۔

"تم لوگ دھیان رکھنا گھر کا..... خبیب یشرح اکیلی ہے..... سمجھ دار نہیں ہے خیال کرنا..... ہم لوگ نکلتے ہیں یشرح تم آپا کے یہاں چلی جاؤ ہم لوگ جلدی آنے کی کوشش کریں گے۔" جاتے جاتے انصاری صاحب نے جو الٹا سیدھا سمجھ آیا ہدایت دینے لگے خبیب ویسے ہی فرمانبرداری سے سر ہلا رہا تھا۔

"نہیں بابا میں گھر پر صحیح ہوں آپ لوگ نکلیں یہاں کے لیے پریشان نہ ہوں بس فیروزہ پھوپھو کی خیریت کی اطلاع کیجئے گا....." وہ ہرگز بھی اس گھر میں رہنا نہیں چاہتی تھی۔

"ماما آپ بے فکر رہیں آئیں میں ایئرپورٹ تک چھوڑ آؤں....." خبیب انہیں تسلی دیتا باہر نکل گیا بابا اسے پیار کرتے پھوپھو کو تھامے تسلیاں دیتے گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"کیا بہت سیریس حالت ہے۔" اندر آکر یشرح نے سطوت سے پوچھا جو خود بوکھلائی ہوئی تھی۔

"بس دعا کرو فراز تو فون پر ہی رو رہا تھا مگر انشاء اللہ پھوپھو ٹھیک ہو جائیں گی انہوں نے تو آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ارے کچھ نہیں ہوتا بس پھوپھو کا دل ۔ بہن بھائی سے ملنے کو چاہ رہا ہو گا سو یوں بلوا لیا دیکھنا کچھ دیر بعد ہی فون آجائے گا سب خیریت ہے تم لوگ کیوں رونی صورت بنائے بیٹھے ہو۔" صارم نے اپنے انداز میں حوصلہ کر دیا حالانکہ اس کا منہ بھی اتر گیا تھا۔

"میں نماز پڑھ کر آتا ہوں ورنہ بگ بی کھنچائی کر دیں گے تم لوگ بھی پڑھو اور پھوپھو کے لیے دعا کرنا میں جلدی آجاؤں گا۔" اس کے جانے کے بعد ان دونوں نے بھی نماز پڑھ کر بہت دیر تک دعا کی صارم بھی مسجد سے آگیا تینوں وہیں بیٹھے فیروزہ پھوپھو کے متعلق ہی باتیں کرتے رہے یشرح نے تو خیر کبھی انہیں نہیں دیکھا تھا مگر خون کی اپنی کشش ہوتی ہے اس کا دل بھی بیٹھا جا رہا تھا صارم یہاں وہاں کی باتیں کر کے دل بہلانے لگا کچھ دیر بعد خبیب بھی آگیا اور فوراً" ہی چلنے کو تیار ہو گیا۔

"چلو گھر چلیں۔" سطوت اور صارم کھڑے ہو گئے مگر وہ یونہی بیٹھی رہی حالانکہ سطوت نے کہنی بھی ماری تھی "میں آپ سے کہہ رہا ہوں چلیں اکیلی کیسے رہیں گی۔" اسے اٹھتا نہ دیکھ کر وہ رک گیا۔

"شکریہ میں رہ لوں گی۔" وہ نظروں پر پہرے بٹھائے انجان سی بیٹھی رہی۔

"دماغ صحیح ہے آپ کا ماما رات کو نہیں آئیں گے چلیں اٹھیں۔" اس کا چنگیز خانی دماغ فوراً" ہی کھول گیا۔

"چاہے بابا کئی دن تک نہیں آئیں مگر میں نہیں جاؤں گی آپ بار بار کہہ کر اپنی بات گنوائیں گے۔" اس کا ہٹ دھرم ضدی انداز بدلتے تیور ان تینوں کو ہی دم بخود کر رہے تھے۔

"چلو ناں یشرح....." ڈرتے ڈرتے سطوت نے بھی اس کا ہاتھ ہلایا۔

"بہادر بیگم یہاں رات کو بھوت بھی آتے ہیں اور اکیلی لڑکی کو تو سالم نگل جاتے ہیں۔" صارم نے ڈرایا۔

"میں اکیلی رہ سکتی ہوں مسقط میں بھی بابا کہیں جاتے تھے تو میں اکیلی ہوتی تھی مجھے ڈر نہیں لگتا تم لوگ بے شک چلے جاؤ میں رضیہ کو رکھ لوں گی کل بشیراں بھی آجائے گی۔" وہ بالکل ڈھیٹ بن گئی خبیب نے ریڈ اور وائٹ سوٹ میں ملبوس الجھے بکھرے بالوں والی اس بالکل مختلف سی لڑکی کو غور سے دیکھا۔

"اگر کل بے ہوش پڑی ہوئیں تو..... ویسے بی بی یشرح آپ کو اس بہادرانہ ادا پر کوئی میڈل ملنے والا ہے کیا۔"

"سطوت تم یہیں رک جاؤ..... آؤ صارم۔" بالکل اچانک ہی اس نے فیصلہ کر کے آگے قدم بڑھا دیے۔

"بھائی سحری کیسے تیار ہو گی" سطوت کو اس فیصلہ پر فکر ہوئی اس نے جلدی سے بھائی کو روکا۔

"تم جاؤ سطوت میرے لیے پریشان مت ہو۔
"سحری کے وقت اٹھ کر آجانا۔" وہ اسے گھورتا سطوت کو ہدایت دیتا صارم کو لیے چلا گیا وہ یونہی اطمینان سے بیٹھی رہی سطوت نے اس کی شکل حیران ہو کر دیکھی۔
"یشرح تم بدل نہیں گئی ہو۔" سطوت نے اسے چپ چاپ چیزیں سمیٹتے ادھر ادھر جاتے دیکھ کر کہا وہ بس مسکرا کر رہ گئی بابا نے اسے اور خبیب کو الگ الگ فون کر کے تسلی دی فیروزہ پھوپھو کی حالت خطرے سے باہر تھی وہ لوگ ایک دو دن میں آنے کا کہہ رہے تھے یہاں سے اطمینان ہوا تو سب کے چہروں کی رونق بحال ہو گئی صارم نے ان لوگوں کے ساتھ ہی کھانا کھایا۔
"بھائی اکیلے کھائیں گے۔" سطوت کے استفسار پر اس نے کندھے اچکا دیے تھے وہ مکمل طور پر انجان بنی ہوئی تھی۔
"چلو سو جائیں سحری میں اٹھنا ہو گا امی بھی نہیں ہیں ورنہ تسلی رہتی تھی اب تو سب کچھ سحری میں خود بنانا پڑے گا۔"
رات عشاء کے بعد وہ دونوں سونے کے لیے لیٹ گئیں رضیہ کو بھی اس نے ساتھ رکھ لیا تھا کیونکہ اس کا ارادہ وہاں جا کر سحری کرنے کا نہیں تھا اسے بس ایک عجیب سی ضد ہو گئی تھی کہ وہ اس مغرور شخص کے آگے سرنگوں نہیں ہو گی سحری کے وقت سطوت نے اسے اٹھایا تو وہ اٹھ ضرور گئی مگر جانے سے انکار کر دیا بلکہ رضیہ کو اٹھا کر سحری بنانے کا حکم دیا سطوت بیچاری اپنا سامنہ لے کر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد صارم آیا۔
"بھئی سنا ہے لوگ نخریلے ہو گئے ہیں کیا بات ہے پارٹنر اگر پردہ ہے تو بے کار ہے اور شرع میں شوہر سے پردے کا کوئی حکم میں نے نہیں سنا ہے۔ آ کیوں نہیں رہی ہو چلو ساتھ سحری کریں گے بھائی نے اتنی اچھی نیند سے اٹھا کر جنابہ کو لینے بھیجا ہے۔
"دیکھو میری سحری تیار ہے اور میں کر رہی ہوں چاہو تو تم بھی آجاؤ ورنہ بغیر سحری کا روزہ رکھنا پڑے گا۔" جیسے اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا اس نے بھی یونہی بات لوٹا دی اب وہ اس کی باتوں میں آنے والی نہیں تھی۔
"گویا تم نہیں جاؤ گی....." صارم نے اس کے انداز میں قطعیت دیکھ کر پوچھا اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔
"یشرح الجھنوں کو اگر سلجھا لیا جائے تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔" اس کی فلسفیانہ گفتگو کو اس نے فورا" کاٹ دیا۔
"او کے بگ بی کو کہہ دیتا ہوں..... ویسے مجھے لگتا ہے کہ میں کبوتر ہو جو محبوبہ کا پیغام محبوب تک اور محبوب کا پیغام محبوبہ تک پہنچا رہا ہوں۔" وہ فورا" ہی اپنی جون میں پلٹ گیا وہ خاموشی سے اپنے آگے رکھا پراٹھا اور جوس کا گلاس دیکھنے لگی رضیہ نے ٹیبل پر مزید چیزیں رکھیں' فروٹ' بوائل انڈا' دہی' دودھ پھر خود بھی آ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی وہ یونہی بیٹھی رہی کسی بھی چیز کو دیکھا بھی نہیں اس کی نگاہ سامنے دروازے پر تھی۔
"چلیں جی بی جی ٹیم ختم ہو جائے گا۔" رضیہ نے اپنی پاٹ دار آواز سے اسے چونکایا وہ للچائی ہوئی نظروں سے بھری ٹیبل کو دیکھ رہی تھی اس نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا اور رضیہ کے آگے بوائل انڈا رکھا۔
"تم لو جو دل چاہے۔" اب خود اس کا دل کچھ نہیں چاہ رہا تھا' آس امید سب دم توڑ گئی کٹھور بے رحم' سنگدل پتھر انسان کو بھلا اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی ہمیشہ کی طرح اس کے نادان دل نے صارم کی بات کو سچ جان لیا تھا پتہ نہیں کیوں روز خود کو صبر کا آموختہ پڑھا پڑھا کر بھی وہ سب بھول جاتی تھی۔
"یشرح بی بی جلدی کرو دودھ ہی لے لو۔" جلدی جلدی منہ چلاتے ہوئے رضیہ نے اپنی گم صم مالکن سے کہا اس نے خاموشی سے اپنا گلاس منہ سے لگا لیا۔

☼ ☼ ☼

ابھی اس نے ظہر کی نماز کی نیت ہی باندھی تھی کہ ڈور بیل بجی چوکیدار نماز کے لیے گیا ہوا تھا سو اس نے

جلدی جلدی چار سنت پڑھ کر گیٹ کھولا سامنے کوئی بڑا سا کارٹن لیے کھڑا تھا دوسری طرف ایک تیرہ چودہ سالہ لڑکا بھی کارٹن کو سہارا دیے ہوئے تھا اس نے اس اجنبی کو حیرانگی سے دیکھا۔

"اقبال انصاری صاحب کا گھر یہی ہے جو مسقط سے آئے ہیں۔" اجنبی نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ پوچھا یقیناً "کارٹن وزنی تھا اس نے جلدی سے سرہلا کر تصدیق کی کچھ دیر پہلے ہی اس نے بابا سے فون پر بات کر کے فیروزہ پھوپھو کی خیریت پوچھی تھی۔

"جی یہ مسقط سے بھیجا گیا ہے ان کے لیے ایڈریس کب سے ڈھونڈ رہا تھا کہاں ہے اقبال صاحب بلائیں انہیں۔"

"وہ تو اسلام آباد گئے ہوئے ہیں مگر یہ بھیجا کس نے ہے۔" اس نے اپنی یادداشت پر زور ڈالا۔

"اچھا مگر مجھے تو کراچی کے اسی گھر کا بتایا ہے پلیز پہلے ذرا یہ اندر کرلیں بہت بھاری ہے۔" وہ جلدی سے پورا گیٹ کھول کر پیچھے ہو گئی مسجد سے آتے خبیب نے حیرانگی سے ایک اجنبی کو یوں گھر میں جاتے دیکھا لڑکے کے ساتھ اس نے کارٹن اندر کمرے میں لا کر رکھا یشرح کو اس کے اوپر ترس آگیا پتہ نہیں بچارہ کب سے روزے میں یہ اٹھائے پھر رہا تھا۔

"یہ دیا کس نے ہے اور اس میں ہے کیا۔" وہ جھک کر کسی کا نام نشان ڈھونڈنے لگی جب ہی اسے اپنی گردن میں کچھ ٹھنڈی سی چبھن ہوئی اس نے گردن گھمائی وہ بے چارہ اجنبی پستول اس کی گردن سے لگائے آنکھوں میں خباثت لیے کھڑا تھا یشرح کی جان نکل گئی رنگ پیلا پڑ گیا۔

"ساری چابیاں دو سیف کی کہاں ہے۔" وہ سفاکی سے اسے دھکا دیتے ہوئے آگے گھسیٹنے لگا اس کے پاؤں کی طاقت ختم ہو گی۔

"شور نہیں کرنا پستول میں ساری گولیاں ہیں۔"

اکیلا گھر اکیلی لڑکی وہ بری طرح سے خوفزدہ ہو گئی کالج سے آکر اس نے پھوپھو کے گھر جھانکا بھی نہیں تھا اور اس وقت وہاں ہوتا کون صارم یقیناً "یونیورسٹی گیا ہو گا اور سطوت گھر کے کاموں میں مصروف ہو گی اور وہ تو اس وقت ہوتا کب تھا چوکیدار بھی نہیں تھا کچھ دیر پہلے ہی بشیراں سارا کام سمیٹ کر رضیہ کو لے کر چلی گئی تھی وہ بالکل تنہا تھی۔ دراز سے چابیوں کا گچھا نکال کر اسے پکڑایا اس نے الماری کھولی سیف باہر نکالا اور ایک تھیلا لے کر اس میں دونوں ہاتھوں سے بھرنے لگا۔

"بہت کچھ جمع کر رکھا ہے تمہارے باپ نے زکواۃ خیرات بھی نکالا کرو کچھ....." فارغ ہونے کے بعد وہ یشرح کے قریب آیا جو دیوار سے ٹیک لگائے سہمی ہوئی کھڑی تھی وہ آنکھوں میں ہوس لیے اس کے قریب آیا یشرح کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑکا وہ اس کی آنکھوں سے خوفزدہ ہو گئی۔

"کچھ زکواۃ خیرات تمہیں اپنے اس معصوم حسن کی بھی نکالنی چاہیے بڑی فرصت میں بنایا ہے تمہیں بنانے والے نے اس نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ اس کے گال پر رکھا وہ تڑپ کر پیچھے ہوئی۔

"معبود رحم کر۔" خوفزدہ دل سے اس نے اپنے اللہ کو پکارا بے بسی کے بعد آخری سہارا اسی کا ہوتا ہے۔

"ارے اتنا خوف..... آہاہا..... موقع سے فائدہ تو ضرور اٹھاؤں گا....." وہ تھیلا نیچے رکھ کر آگے بڑھا یشرح کا دل اپنے اللہ کو پکارنے لگا وہ بہت بڑی غلطی کر چکی تھی اس کی رواں رواں اپنے رب کو آواز دینے لگا اس وقت ہر چیز سے زیادہ قیمتی اس کی عزت تھی اس نے بے رحمی سے اس کے بال پکڑے جبھی فائر کی آواز گونجی۔ "آہ" کراہ کر اس نے یشرح کے بال چھوڑے خون کی لکیر کارپٹ پر جذب ہونے لگی۔

وہ تڑپ کر اپنے پاؤں کی طرف جھک گیا۔ صارم نے تیزی سے آکر اس زخمی کو گھسیٹا اور گریبان پکڑ کر کھینچتا ہوا لایا اور خبیب کے پاس قدموں میں پٹخ دیا۔

یشرح نے دھندلائی آنکھوں سے دیکھا خبیب چہرے پر کرختگی اور غصہ لیے اس شخص پر پل پڑا تھا اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں صارم الگ اسے

ٹھوکر پر ٹھوکر مار رہا تھا چوکیدار بھی گن لیے کھڑا تھا اس نے اپنے حواس قابو کر کے اٹھنے کی کوشش کی مگر ذہن اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا وہ لڑکھڑا کر نیچے گرتی چلی گئی۔ خبیب نے اس کے گرتے وجود کو دیکھا اس کا تناؤ یکدم ہی کئی گنا بڑھ گیا اور غصہ شدت اختیار کر گیا۔

☼ ☼ ☼

"بہت شوق ہے تمہیں اکیلے رہنے کا خود کو طرم خان سمجھتی ہو بہت بہادر ہو سب سے نمٹ سکتی ہو دیکھ لیا ضد کا انجام کسی بڑے کی بات نہ ماننے کی قسم کھائی ہوئی تھی تم نے' اپنے آپ پر بہت زعم ہے تمہیں سب کچھ کر سکتی ہو ایک جہاں تمہارے قدموں میں ہے فتح کر لیا ہے تم نے سب کچھ بہت بڑے باپ کی بیٹی ہو' جب چاہو کچھ نہ کچھ خرید سکتی ہو. چاہے وہ کوئی بھی ہو بس تمہاری ضد پوری ہو جائے یہ ہے کسی کا کہا نہ ماننے کا نتیجہ۔"

وہ آنکھوں میں چنگاریاں لیے بری طرح اس پر برس رہا تھا وہ بیڈ پر نیم دراز سر جھکائے بہتے آنسوؤں کے ساتھ سب کچھ سن رہی تھی صارم اور سطوت اس کے دائیں بائیں بیٹھے تھے جانے کب بے ہوش ہو گئی تھی کچھ دیر پہلے ہی ہوش آیا تو تینوں اس کے پاس فکر مند کھڑے تھے اور تول تول کر بولنے والا شخص مسلسل برس رہا تھا۔

"اگر مزید خواہش ہے یوں اس طرح رہنے کی تو جبر مت کرنا خود پر اپنی خواہش ضرور پوری کرو باقی سب پاگل ہیں تمہارے دشمن ہیں جو تمہیں اچھا برا سمجھا رہے ہیں تمہارے اس بچکانہ اقدام کو قابل ستائش جان کر تمہیں میڈل دینا چاہیے تم کسی بھی متوقع نتائج کو نظر انداز کر کے بس اپنا مفاد دیکھو بس اپنا فائدہ اپنی ہٹ دھرمی اپنی ضد تمہیں کسی سے کوئی سروکار نہیں تم بہت کچھ کر سکتی ہو دنیا کو اپنے قدموں پر جھکا سکتی ہو۔۔۔۔"

"پلیز بھائی۔۔۔۔ یشرح پریشان ہے۔" سطوت نے اس کا جھکا سرخ چہرہ اور مسلسل بہتے آنسو دیکھ کر بھائی کو روکنا چاہا۔

"یہ پریشان ہے۔۔۔۔ یا پریشانی بڑھانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ابھی ماما اور امی کو پتہ چلے گا تو وہ کیا اسے شاباشی دیں گے اگر خدانخواستہ ہم کچھ دیر لیٹ ہو جاتے یا میں دیکھ نہیں لیتا تم گھر پر نہ ہوتے تو۔۔۔۔ یہ سب سوچتے ہوئے میرے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔"

اس نے بند مٹھی اپنے دوسرے ہاتھ پر ماری اور سر پکڑ کر وہیں دھری کرسی پر بیٹھ گیا یشرح کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

"کچھ ہوا تو نہیں ناں اللہ کا کرم ہے بس کریں اب۔۔۔۔" کافی دیر خاموش بیٹھے صارم کو اس کی حالت پر رحم آگیا۔

"اگر وہ لوگ تعداد میں زیادہ ہوتے یا وہ اسلحہ استعمال کر لیتا کچھ بھی ہو سکتا تھا صارم کچھ بھی ممکن تھا اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی خود کو اور ہم سب کو برباد کرنے کی دل چاہ رہا ہے کہ۔۔۔۔" وہ اشتعال میں آگے بڑھا یشرح سہم کر روتی ہوئی سطوت سے چپک گئی اسے گھورتا وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

"روزے کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔۔ سطوت کچھ انتظام ہے یا بازار سے لاؤں۔۔۔۔" صارم نے وقت کا احساس دلایا۔

"کچھ فروٹ ہیں گھر پر کھجوریں بھی ہیں میں شربت بنا لیتی ہوں آپ لوگ وضو کر لیں۔" سطوت کے ساتھ خبیب بھی اٹھ کر چلا گیا وہ یونہی بیٹھی رہی صارم نے اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر پیار سے سمجھایا۔

"شاباش چلو اٹھو وضو کرو۔ روزہ کھولو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔۔۔۔ رونے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بگ بی کا غصہ جائز ہے خدانخواستہ کچھ غلط ہو جاتا روپے پیسے کا کوئی غم نہیں ہوتا مگر۔۔۔۔ خیر اٹھو۔"

اس نے زبردستی اٹھایا وہ خاموشی سے وضو کرنے چلی گئی سطوت کے ساتھ طبیب چیزیں لا لا کر ڈائنگ ٹیبل پر رکھنے لگا۔ سطوت جلدی جلدی پھل کاٹ رہی تھی صارم جگ میں شربت گھول رہا تھا۔ وہ ٹاول سے منہ تھپتھپاتی وہیں رک گئی صارم کے ساتھ بیٹھے

حبیب کو دیکھ کر اسے عجیب سی ندامت نے آگھیرا اسکا جی چاہ رہا تھا واقعی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے ذرا سی لاپرواہی نے اسے کیسے موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔

"آؤ یشرح وقت ہو گیا ہے۔" سطوت نے پکارا تو وہ خاموشی سے جا کر بیٹھ گئی صارم نے اس کے آگے شربت کا گلاس کھجور اور کٹے ہوئے فروٹ رکھے اذان کی آواز پر سب متوجہ ہو گئے اس نے بھی کھجور منہ میں رکھی صارم اور سطوت ہی زبردستی اسے کچھ نہ کچھ کھلاتے رہے اسے تو یوں لگ رہا تھا جیسے حلق میں باریک باریک کانٹے اگ آئے ہوں نماز کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کے جسم کا ایک ایک رواں اپنے معبود کا شکر گزار ہو گیا اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ بہہ کر جائے نماز پر گر رہے تھے سطوت نے اسے دلاسا دیا اور اٹھا کر بٹھایا پھر پانی لا کر اس کے ہاتھ میں دیا۔

"پورے ڈھائی گھنٹے بے ہوش رہی ہو کیا پھر بے ہوش ہونے کا ارادہ ہے صارم ڈاکٹر کو لایا تھا روزہ تھا تمہارا کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے بھائی اس قدر پریشان تھے تمہاری وجہ سے صارم ہی ساری بھاگ دوڑ کر رہا تھا وہی پولیس کو اطلاع کرنے گیا اس ذلیل شخص کو لے کر پولیس اسٹیشن گیا ڈاکٹر کو لایا بھائی کبھی کہیں فون کرتے کبھی کہیں تم نے گیٹ کیوں کھولا پاگل لڑکی کسی اجنبی کو یوں گھر میں گھسا لیتے ہیں۔" سطوت نے بھی گھرکا۔

"مجھے کیا پتہ تھا اس نے بابا کا نام لیا مسقط کا بتایا میں سمجھی۔" اپنی حماقت یاد آئی تو دوبارہ رو پڑی۔

"اچھا چھوڑو..... کافی بناؤں یا بھائی آجائیں تب ....." اس نے ابھی سطوت کو کوئی جواب دیا بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ آگئے سطوت اٹھ کر کافی بنانے چلی گئی وہ دوبارہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

"حسن انکل بھی نماز پڑھنے آئے تھے مسجد میں مجھے دیکھتے ہی لپک کر میرے پاس آئے ان کی دختر نیک اختر مجھے یاد کر رہی ہیں اب بھلا بتاؤ میں کوئی سات کا پہاڑا ہوں جبھی تو کل سے ہچکیاں لے لے کر میری جان آدھی ہو گئی ہے اس عمر میں بندہ ملک الموت کو یاد کرتا ہے موصوفہ مجھے یاد کر رہی ہیں۔" صارم اس کے کان کے پاس بیٹھا الٹا سیدھا بولنے لگا۔

"آج کل تو مجھے وہ گولڈن گرل بھا رہی ہے بالکل پری ہے یونیورسٹی کے سارے لڑکے اس پر مرتے ہیں اور وہ مجھ پر' یار اپنی پرسنالٹی کی بات ہی اور ہے لوگ ٹھہر جاتے ہیں۔" اس نے فرضی کالر کھڑے کیے مگر وہ اس شخص کی موجودگی میں صارم کی طرف توجہ کیا دیتی نظر تک نہیں اٹھا پا رہی تھی سطوت نے کافی لا کر سب کو دی۔

"پوچھ لو ان محترمہ سے اگر ان کو ہمارے چھوٹے سے گھر میں آنا منظور ہے تو چلیں اور اگر وہاں دم گھٹتا ہو تو ہم سب ان کے دولت کدے پر آجائیں۔" کافی ختم کر کے حبیب نے سخت لہجے میں طنز کیا۔

"ظل الٰہی آپ تو شہزادی عالم کے ساتھ ناروا سلوک پر اتر آئے ہیں..... وہ تو ساری زندگی آپ کی جھونپڑی میں رہنے کو تیار....." صارم کا ابھی جملہ بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ خبیب دھاڑا۔

"ہر وقت مت بولا کرو جب دیکھو یہاں وہاں کی ہانکتے ہوا ٹھو چلیں گھر۔" سطوت اور صارم کے ساتھ وہ بھی فوراً" ہی کھڑی ہو گئی اب وہ چاہے کتنے ہی طنز کے تیر برساتا نفرت کرتا غصہ کرتا وہ اس گھر میں اکیلے نہیں رہنا چاہتی تھی رات کی سیاہی سے زیادہ اب اسے دن کے اجالے سے خوف آرہا تھا۔

"دیکھ لیا ظل الٰہی کا جلال کہیں سر ہی نہ قلم کروا دیں ....." اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے صارم مسلسل بولے جا رہا تھا۔ مگر اس کا سارا دھیان اپنے سے آگے جاتے شخص کے مضبوط قدموں کی طرف تھا۔

☆ ☆ ☆

سحری کا وقت تھا کمرے کے عین وسط میں لمبا سا دسترخوان بچھا ہوا تھا سطوت آتے جاتے اس پر چیزیں رکھ رہی تھی صارم اور خبیب ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے یشرح کچن سے برتن نکال رہی تھی اس کی ہمت نہ تھی

کہ وہ اس شخص کا سامنا کرتی رات کو بھی بغیر کھانا کھائے نیند کا بہانہ کر کے سطوت کے کمرے میں سو گئی تھی ابھی سحری میں بھی اسے سطوت نے اٹھایا تھا حالانکہ وہ ساری رات جاگتی رہی تھی۔

"یشرح آجاؤ۔" گرم گرم پراٹھے چنگیر میں رکھ کر سطوت نے اسے بھی بلایا وہ مرے مرے قدموں سے دسترخوان پر آکر بیٹھ گئی۔

"رات کو امی کا فون آیا تھا ماما نے بھی بات کی تھی شام چار بجے تک آجائیں گے۔" اس شخص کی بات سن کر اس نے اپنا جھکا سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ بابا کے مشفق حصار میں جانا چاہ رہی تھی۔

"بابا..... بابا بھی آئیں گے۔" بے تابی سے اس نے سوال کیا حبیب نے اس کے پیلے چہرے پر سرخ سرخ آنکھیں دیکھیں جس میں بے تابی چھلک رہی تھی۔

"ہاں....." وہ نظریں چرا کر سالن کے ڈونگے سے آلو نکالنے لگا تو وہ سب بھی اپنی اپنی پلیٹوں پر جھک گئے۔ فجر کی اذان ہوئی تو وہ دونوں تو مسجد چلے گئے جبکہ یشرح، سطوت کے ساتھ جائے نماز بچھانے لگی۔

"چلو اب سو جاؤ دیر سے اٹھیں گے۔" نماز کے بعد سطوت لیٹ گئی اسنے بے چینی نے آگھیرا، جانے بابا کا رد عمل کیا ہو گا کیا کہیں گے نماز کے بعد بھی اسے نیند نہیں آرہی تھی مسلسل کروٹیں بدلتے بدلتے اس کا جسم دکھنے لگا اس نے برابر میں سوئی سطوت کو دیکھا اور اٹھ کر کھڑکی میں کھڑی ہو گئی صحن کے ساتھ بنے چھوٹے سے پورٹیکو سے وائٹ آلٹو نکل رہی تھی کتنے دن کے بعد اس نے مخصوص ٹائم پر اسے دیکھا تھا کھڑکی کا پردہ چھوڑ کر وہ دوبارہ بیڈ پر آگئی آنکھیں بند کیے جانے کتنی دیر گزر گئی بالآخر نیند کی دیوی مہربان ہو گی جب اس کی آنکھیں کھلی تو برابر میں سطوت نہیں تھی جانے وہ کتنی دیر تک سوتی رہی تھی گھڑی پر نگاہ کی تو بارہ سے زیادہ کا وقت بتا رہی تھی وہ سلیپرز پہن کر جلدی سے باہر آئی صارم بھی کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

"ارے اٹھ گئیں....." سطوت سر پر ڈوپٹا لئے جھاڑو لگا رہی تھی واش بیسن پر جا کر اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

"اب جلدی سے بتاؤ ماما کے لیے اور امی کے لیے کیا کیا بنائیں....." سطوت اس سے پوچھنے لگی۔

"بابا تو سب کچھ کھا لیتے ہیں۔"

"اچھا..... تو آؤ میرے ساتھ تھوڑا کام کرواؤ....." سطوت اسے لیے کچن میں آگئی پھر وہ تو پھرتی سے کام کرتی رہی اور وہ اسے برتن پکڑانے اور سبزی پھل دھونے ہی کا کام سنبھالتی رہی اس نے جلدی جلدی کئی چیزیں تیار کر لیں رول، سموسہ، کھیر، بریانی اور جانے کیا کیا یشرح اس کی پھرتی پر حیران تھی۔

"بھائی نے کہا ہے کہ امی اور ماما کو ایئرپورٹ لینے جائیں گے دیر سے آئیں گے۔" صارم نے آکر نئی اطلاع دی یشرح کا ہاتھ مزید تیزی سے چلنے لگا صارم جمائیاں لیتا سونے چلا گیا۔

اس کی نظریں مسلسل دیوار گیر گھڑی پر تھیں جیسے جیسے سوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی اس کی بے قراری میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"امی آگئیں یشرح۔" سطوت چلائی وہ بھاگ کر صحن میں آئی بابا اور پھوپھو آرہے تھے وہ بابا سے لپٹ گئی۔ آنکھیں دوبارہ برسنے لگیں سطوت پھوپھو سے لگی ہوئی تھی۔

"ارے میرا بچہ اتنا اداس ہو گیا میرے بغیر۔" بابا نے اپنے بازوؤں کے حلقے میں اسے لپیٹا پھوپھو اسے دیکھ کر کہنے لگیں۔

"چلیں اندر چلیں کیا یہیں کھڑے رہنا ہے۔" حبیب نے بیگ نکال کر کہا تو وہ لوگ آگے بڑھنے لگے۔

"یشرح یہ بیگ اندر لیتی جاؤ....." انصاری صاحب کے ساتھ جاتی یشرح کو حبیب نے آواز دی وہ تحیر سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی بابا اندر چلے گئے وہ بیگ لیے اس کے نزدیک آیا۔

"ماما کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود مناسب طریقے سے بتا دوں گا۔" اسے ہدایت دیتا وہ بیگ لیے آگے بڑھ گیا وہ کتنی دیر یونہی کھڑی رہی پھر

سطوت کی پکار پر اندر آگئی پھوپھو سب کو وہاں کا احوال سنتا رہی تھیں۔

"پریشانی میں تم لوگوں نے عید کی شاپنگ بھی نہیں کی اب ایک دو روز میں جا کر کر آنا شکر ہے مولا کا فیروزہ ٹھیک ہے میری تو جان نکل گئی تھی اتنی کمزور ہو گئی ہے۔" وہ بابا کے پاس جا کر خاموش بیٹھ گئی اسے فکر ہو گئی جانے وہ کیسے بابا سے بات کرتا کیا کہتا وہ بار بار اپنے سامنے ایستادہ مضبوط شخص کو دیکھنے لگتی سارے الزام سارے قصور سارے گناہ ساری ہٹ دھرمی، ضد، خطا اس شخص نے اس کے کھاتے میں ڈال دینی تھی اور وہ بابا کو جانتی تھی اول تو انہیں غصہ نہیں آتا تھا اور آتا تھا تو پھر..... اس نے جھرجھری لی ان کے زیر عتاب آنے کے لیے وہ خود کو تیار کرنے لگی بے شک سارا قصور اسی کا تھا تو پھر سزا بھی اسی کو ملنی تھی خود کو سمجھاتی وہ اس وقت کی منتظر تھی مگر افطار کے بعد کھانا بھی کھا لیا گیا اور کسی نے بھی کوئی بات نہ کی سطوت اور صارم کو شاید پہلے ہی سمجھا دیا گیا تھا۔ وہ لوگ تو یوں بے فکر تھے جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو کھانے کے بعد کافی پی کر بابا نے جانے کی اجازت چاہی۔

"آپ تھکے ہوئے نہ ہوں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں....." خبیب بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ گیا وہ جانتی تھی کہ وہ کیوں جا رہا ہے۔

"ہاں ہاں چلو تھکن کیسی۔" بابا خوش ہو گئے وہ سب سے ملتی بابا کے ساتھ آگئی بابا اسے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے وہ کھڑی وہیں انگلیاں چٹخاتی رہی، کبھی ٹہلتی کبھی بیٹھ جاتی مگر کسی طور چین نہیں آ رہا تھا وہ ایک فیصلہ کر کے ایک دم اٹھ گئی اور بابا کے کمرے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ کیوں اتنا گھبرا رہے ہیں ماما میں آپ سے یہ بات چھپا لیتا مگر چوکیدار تھا وہ بتا دیتا اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو بتا دوں میرا دوست ہے ایس پی اس کو سارے معاملات بتا دیے ہیں وہ سب سنبھال لے گا آج کل تو اس طرح کی واردات ہر گھر میں ہوتی ہے کوئی محفوظ نہیں ہے یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے جس سے آپ پریشان ہوں۔" اندر سے آتی حبیب کی گمبھیر بھاری آواز اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔

"اس نے ایسی نادانی کی ہی کیوں میں کہہ کر گیا تھا کہ پھوپھو کی طرف چلی جانا پھر بھی۔ اگر کچھ الٹا سیدھا ہو جاتا میں ابھی بلاتا ہوں اسے۔" بابا کی آواز میں غصہ نمایاں تھا۔

"وہ نادان تھی ماما تو قصور ہمارا بھی ہے کہ اس کی ضد کیوں مانی میں بھی ضدی ہو گیا چاہتا تو یہیں رہ لیتا صارم اور سطوت کو لے کر یا پھر کسی بھی طرح اسے وہاں لے جاتا یا پھر جب صارم تھا گھر پر تو اسے خیال رکھنے کا کہتا چوکیدار کو خبردار کرتا لاپرواہی میری طرف سے ہوئی ہے ماما اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ اسے میرے حوالے کر کے گئے تھے مجھے خیال رکھنا تھا حفاظت کرنی تھی ماما میں نااہل اور لاپرواہوں آپ مجھے غلط سمجھے تھے۔"

یہ اس کے گناہ گار کان کیا سن رہے تھے وہ تو سارے قصور سارے گناہ ساری خطائیں اپنے کھاتے میں ڈال کر اسے بے قصور اور معصوم ثابت کر رہا تھا اس کا حیرانگی سے برا حال ہو رہا تھا اتنا برا کہ اندر سے آتی آوازیں بھی سمجھ نہیں آ رہی تھیں جانے بابا نے کیا کہا تھا اور مزید اس نے اور کیا وہ اپنے کمرے میں آگئی دل خوش فہم لہک لہک کر راگ الاپنے لگا آنکھوں کی سطح پر بکھرے خواب دوبارہ سمٹنے لگے۔

"کہیں، کہیں وہ اپنی جان تو نہیں چھڑانا چاہتا مجھ سے اس طرح ساری خطائیں اپنے نام لکھوا کر ذہن کے کسی کونے نے رسائی حاصل کی ہمکتا دل یکدم ٹھہر گیا سہانے خوابوں میں دوبارہ حقیقت کا خوفناک جن اپنی زبان نکالنے لگا گویا اس شخص نے اس سے چھٹکارے کی نئی راہ اپنائی تھی کسی طور کسی طرح بس اس کی جان چھوٹ جائے وہ یہی چاہتا تھا اس کے سر احسان کا ٹوکرا دھر کر خود رہائی کی خواہش کر رہا تھا۔ تو ٹھیک ہے یونہی سہی میں بابا کو دوبارہ مسقط کے لیے راضی کروں گی وہیں رہوں گی اس بے درد سے دور۔"

اس نے صبر کی دیوار کو مضبوطی سے پکڑنا چاہا بے حسی کی چادر اوڑھنی چاہی مگر آنکھوں میں اچانک در آنے والی نمی کو روک نہ پائی' یکایک آنکھیں سمندر کی طرح لبالب بھر گئیں۔

محبت تم نے کب کی ہے؟
محبت میں نے کی ہے
تم نے اپنی آنکھوں' دور تک اصرار میں ڈوبی ہوئی
اک شام جیسی سرد آنکھوں میں مجھے تحلیل کرنا تھا
سو میں بھی ایک بے وقعت لمحے کی طرح اب تک
تمہاری پاؤں کی مٹی سے لپٹا ہوں
نہ تم نے پاؤں کی مٹی کو جھٹکا ہے
نہ اس بے وقعت بے مایہ لمحے کو
اٹھا کر پیشانی پر رکھا ہے

☼ ☼ ☼

"شرح بٹیا اب عید میں صرف دو دن ہی رہ گئے ہیں جا کر کچھ تو شاپنگ کر آؤ بلکہ مجھ بڈھے کے لیے بھی کچھ لے آنا۔" وہ افطار کے بعد ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی تھی جب بابا نے آکر کہا۔

"آپ کو کس نے کہا آپ بڈھے ہیں میں چاہوں تو اب بھی ایک ینگ ممی لا سکتی ہوں اسمارٹ اور خوب صورت۔"

"وہ تمہاری ماما جیسی پھر بھی نہیں ہوں گی۔" انصاری صاحب کے تصور میں اپنی شریک حیات آگئی۔

"اچھا یہ لو پیسے جا کر شاپنگ کر آؤ اور کچھ کارڈ بھی لے لینا مسقط بھیجنے کے لیے۔" انہوں نے اپنی جیب سے خاصی رقم نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"بابا ہم مسقط کب جائیں گے۔" اس کے سوال پر انصاری صاحب چونک گئے وہ ابھی تک اپنی ضد پر قائم تھی۔

"اب کبھی نہیں۔" انہوں نے قطعی انداز میں کہا۔

"کیوں نہیں پلیز بابا عید کے بعد چلیے گا بلکہ ابھی سے ٹکٹ کنفرم کروالیں۔"

"تم نے خوامخواہ ایک ضد کیوں پکڑ رکھی ہے۔" اب کے ان کے لہجے میں غصہ آگیا۔

"کیونکہ اس سے پہلے آپ نے کبھی مجھے ضد نہیں کرنے دی ہمیشہ میرا کہا مانا ہے۔" اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔

"تو اب تم میرا مان لو۔" انصاری صاحب نے اپنی آواز نرم کرلی۔

"بس یہ ایک بات آپ میری مان جائیں باقی سب میں آپ کی مانوں گی یہ میرا وعدہ ہے بس آپ مسقط جانے کا انتظام کریں مجھے یہاں نہیں رہنا میرا دل نہیں لگتا یہاں۔" اس کے لہجے میں ویسی ہی ضد تھی۔

"اچھا دیکھیں گے پہلے بازار تو چلی جاؤ بلکہ صارم اور سطوت کو لے لو ڈرائیور لے جائے گا۔"

"بابا آپ مجھے پہلے کی طرح ٹال رہے ہیں مجھے ہر حال میں مسقط جانا ہے۔" وہ ان کو بات پلٹتے دیکھ کر مزید ضدی ہو گئی۔

"کیا مسقط' مسقط لگا رکھا ہے تم نے' سب کچھ چھوڑ کر یہاں آیا ہوں پہلے پاکستان پاکستان کی رٹ لگا رکھی تھی اور اب یہاں دل نہیں لگ رہا اب نہیں سنوں تمہارے منہ سے مسقط کا نام۔" اس کی ہٹ دھرمی پر انہیں جلال آگیا۔

"ٹھیک ہے نہ لے کر جائیں مجھے یہیں دفنا دیجئے گا مرنے کے بعد اپنے وطن کی مٹی نصیب ہو جائے گی مجھے اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو گی اگر مما ہوتیں تو میرا ساتھ دیتیں میری بات سمجھتیں بغیر ماں کی ہوں ناں جب ہی جس کا جو دل چاہے کرتا ہے میرے ساتھ۔" وہ روتی پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں چلی گئی انصاری صاحب نے تشویش سے اس کے کمرے کا بند دروازہ دیکھا پھر بھاگ کر دروازہ کھٹکھٹانے لگے مگر وہ بہری بنی بیٹھی روتی رہی۔

"اچھا اچھا لے کر چلوں گا پہلے دروازہ کھولو تمہیں میری قسم' باپ کو ستا رہی ہو۔"

ان کی بھرائی ہوئی آواز سن کر اس نے دروازہ کھول دیا اور جا کر ان کے سینے سے لگ گئی انصاری صاحب کی

جان میں جان آئی اس کے بالوں پر بوسہ دے کر انہوں نے اسے خود سے لگالیا۔

"سوری بابا۔" اس نے گلوگیر آواز میں معذرت کی انصاری صاحب پرسوچ نظروں سے اپنے سینے سے لگی یشرح کو دیکھنے لگے اور کچھ دیر بعد وہ خبیب کے ساتھ تھے۔

☆ ☆ ☆

عید کا چاند نظر آگیا تھا ہر طرف جیسے خوشیاں رقص کررہی تھیں سڑکوں اور بازاروں میں رش بڑھ رہا تھا وہ بھی ٹی وی پر اعلان سن کر بابا کے بیڈ روم میں بھاگی چاند سے زیادہ خوشی اسے مسقط جانے کی تھی۔

"بابا چاند مبارک ہو۔" وہ موبائل پر کسی سے مصروف تھے وہ جاکر ان سے لپٹ گئی۔

"سدا آباد رہو تمہیں بھی مبارک ہو۔" انہوں نے موبائل کان سے ہٹا کر جواب دیا۔

"بابا رضیہ اور بشیراں کو بلوالیں اور بازار سے کچھ چیزیں بھی منگوالیں شیر خورمہ مما بناتی تھیں ہر عید پر مجھے آتا ہے میں بناؤں گی۔" جب سے بابا نے اس کی بات مانی — خوش رہتی تھی۔

"میں خود لے آتا ہوں لسٹ بنادو ساتھ میں رضیہ کو بھی کہلوادوں گا اور تمہاری مما دم پخت اور مچھلی پلاؤ بھی تو بناتی تھیں۔" وہ شرارت سے مسکرائے وہ شرمندہ ہوگئی۔

"وہ تو..... مجھے نہیں آتا بابا..... ہاں اگر آپ کو ترکیب معلوم ہے تو مجھے بتاتے جائیے گا کچھ تو بن ہی جائے گا دونوں مل کر بنالیں گے کوشش کرے تو بندہ کیا نہیں کرسکتا اور کھانا پکانا کیا مشکل ہے بس چولہا ہی تو جلانا پڑتا ہے۔"

"ہاں اور چولہے کے ساتھ دل بھی..... خیر میں لینے جارہا ہوں چیزیں، سطوت کو یا صارم کو یہاں بھیج دیتا ہوں۔" ہاتھ میں پکڑا موبائل آف کرکے انہوں نے سلیپرز پہنے۔

"بابا آپ نے موبائل آف نہیں کیا اتنی دیر چاہے کوئی ہماری ساری باتیں سن رہا ہو۔" اس نے ٹوکا۔

"ارے باتیں ہی کیا تھیں..... اور ہو سکتا ہے اس نے آف کر دیا ہو۔" انصاری صاحب نے لاپرواہی سے کہا۔

"سچ سب سے زیادہ تو آپ کی بیٹی کے سگھڑاپے کا راز کھل گیا۔" وہ ہنس کر سودا لینے چلے گئے یشرح ڈرائنگ روم میں آکر جائزہ لینے لگی کہ کیا کیا صفائی کروائی جائے رضیہ اور بشیراں کو بابا نے بھیجنے کا کہا تھا پھر سطوت کو بلانے کا سوچنے لگی تاکہ اس سگھڑ آپا سے مشورہ لے سکے جب ہی آہٹ پر پلٹی یقیناً" بابا نے سطوت کو کہہ دیا تھا اس نے نگاہ اٹھائی تو ٹھٹھک گئی کڑکڑاتے کاٹن کے سوٹ میں اپنے دراز سراپے کے ساتھ خبیب کھڑا تھا اس دن کے بعد سے آج اس نے اسے دیکھا تھا۔

"بابا تو سودا وغیرہ لینے گئے ہیں۔" اس نے قدرے رکھائی سے اطلاع دی۔

"مجھے بتا کر گئے ہیں۔" وہاں سے اطمینان بھرا جواب ملا وہ حیران ہوئی کیا بابا نے اسے بھیج دیا تھا بجائے صارم یا سطوت کے۔

"میں تم سے کچھ پوچھنے آیا ہوں بیٹھو اور میرے سوالوں کا جواب دو۔" خود بیٹھ کر اسے بھی اشارہ کیا وہ بری طرح کھول گئی اس کے انداز و لب و لہجہ پر جیسے اس پر احسان کرنے آیا ہو۔

"یہ کوئی کمرہ امتحان یا انٹرویو پینل نہیں ہے جو میں آپ کے سوالات کے جوابات دینے کی پابند ہوں۔"

"فضول بحث مت کرو اور بیٹھ جاؤ....." اب کے آواز میں کرختگی کے ساتھ جلال بھی آگیا وہ ناچار ٹک گئی۔

"دوسروں کو ستانے کا شوق کب ختم ہوگا کب تک بچہ بنی رہو گی۔"

"میں نے کس کو ستایا ہے۔" وہ تحیر سے اس مغرور شخص کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر خشونت تھی۔

"ماما کو اور کس کو کیوں ضد کررہی ہو مسقط جانے کی۔" یعنی اسے ساری خبر تھی اسے بابا پر غصہ آگیا۔

"آپ سے تو نہیں کر رہی ضد اپنے بابا سے کر رہی ہوں۔" اسے سخت غصہ آیا ٹانگیں الگ بوجھ اٹھانے سے انکاری ہو گئیں۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں جانے کی یا ماما کو ستانے کی خاموشی سے رہو یہیں پر۔" سخت لہجے میں خوامخواہ رعب جمایا جا رہا تھا وہ کھول گئی تاہم اس کے انداز پر دل سہم گیا۔

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ پر رعب جمانے والے میری مرضی کہیں آؤں جاؤں۔" حتی الامکان اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔ اس کی شعلہ اگلتی آنکھیں اور خشونت بھرا چہرہ سارا اعتماد ہوا کر دیتا تھا۔

"پانچ ماہ پہلے میں یہ حق حاصل کر چکا ہوں کئی سو لوگوں کی موجودگی میں کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں جانے کی۔"

"میں نہیں مانتی اس حق کو۔" وہ جلبلا گئی گویا ظل الٰہی کا حکم سنایا جا رہا تھا۔

"نہیں مانتی تھیں تو روزانہ ٹیرس پر لٹک کر میرا انتظار کیوں کرتی تھیں میرے آنے جانے کے اوقات کیوں یاد رکھتی تھیں بار بار میرے سامنے کیوں آتی تھیں۔" وہ بری طرح سے دھاڑا تھا یشرح کا سکڑا سہما دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ کیسی سبکی کیسی شرمندگی تھی کہ وہ جھوٹ بول کر بھی اپنا دامن نہیں بچا سکتی تھی اس شخص کے ہاتھ میں اس کا ویک پوائنٹ آگیا تھا اس کے گلے میں کچھ اٹک گیا۔

"آپ..... آپ نہیں مانتے اس حق کو....." جھکا سر اور نگاہیں اٹھائے بغیر اس نے پھنسی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا چاہتی ہو فلمی ہیرو کی طرح تمہارے اردگرد گھومتم گھوم کر گانے گاؤں فضول جذباتی ڈائیلاگ جھاڑوں عشقیہ شعر بھیجوں یا آسمان سے تارے توڑ کر لاؤں اتنے لوگوں کی موجودگی میں میرا اقرار تمہارے لیے کافی نہیں تھا۔" وہی سختی، وہی کرختگی، وہی سرد مہری یشرح کا دل بھر آیا اس شخص کی نظر میں صرف "بیوی" کی حیثیت تھی جیسے کمرے میں پڑا ہوا سامان ہو جس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا آنسو گالوں پر بہنے لگے کیسا کھٹور بے درد شخص تھا۔

"تمہیں سوائے رونے کے کچھ اور بھی آتا ہے اب رو کیوں رہی ہو کیا کہا ہے میں نے۔" وہ مزید زور و شور سے رونے لگی بقول بابا کہ نرم خو، پر خلوص، محبت کرنے والا شخص تھا ابھی اگر آکر اس کا انداز اور رویہ دیکھتے اپنے مشاہدے اور تجربہ کاری پر خود کو ہی ملامت کرتے۔

"ایسے کیوں رو رہی ہو کیا مر گیا ہوں میں....." اتنے سفاک لہجے پر اس نے تڑپ کر نگاہ اٹھائی اور دل پر ہاتھ رکھا اس کے اتنے بے ساختہ انداز پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"جو کچھ ہے تمہارے دل میں کہہ دو تمہارا رویہ اچانک کیوں بدل گیا کیوں تم سب سے متنفر ہو گئیں۔" وہ کچھ نرم پڑ گیا تھا وہ ہونٹ چباتی رہی کیا کہتی کیا بتاتی وہ کچھ دیر صبر سے انتظار کرتا رہا۔

"کیا پوچھ رہا ہوں سمجھ نہیں آرہی ہے پھوٹو منہ سے مجھے الہام نہیں ہوتا ہے۔" وہ دوبارہ دھاڑا تھا یشرح گھبرا کر اس پل میں تولہ پل میں ماشہ شخص کو دیکھنے لگی جو دل کی سب سے اونچی مسند پر بیٹھا تھا۔

"آ..... پ مجھے پسند نہیں کرتے میں درد سر ہوں آپ کا دن رات کا سکون چھین لیا ہے میں نے آپ کا سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئی ہوں اس لیے....." گلے میں پھنسا نمکین گولہ آنسو کی شکل اختیار کر گیا۔

"آپ میرے لیے نوکروں کی فوج نہیں جمع کر سکتے آپ کی نظر میں میں بے وقوف، احمق ہوں مصیبت ہوں آپ کا آئیڈیل کوئی میچور اور....." آگے کا جملہ ہچکیوں نے روک لیا اپنے بے مایہ ہونے کا احساس تقویت پکڑ گیا۔

"تم لوگوں کی چھپ کر باتیں بھی سنتی ہو۔" مزید سختی سے پوچھا گیا وہ سوں سوں کرتی مسلسل روتی رہی۔

"احمق اور بے وقوف تو تم واقعی ہو..... جو کچھ سنا اسے اپنے ذہن بلکہ بچکانہ ذہن سے سوچ لیا میں تمہیں وہ ساری آسائشیں وہ سارے آرام دینا چاہتا تھا

جو تمہیں ماما کے گھر میسر ہیں مگر ماما اور امی مسلسل رخصتی پر زور ڈال رہے تھے اس لیے مجھے غصہ آگیا تھا پھر تمہاری ساری احمقانہ حرکتیں..... میرا مزاج ایسا ہی ہے اب بھی سوچ لو....."

وہ ہی شعلہ شبنم انداز تھا اس شخص کا اس نے آخری جملہ پر روتے روتے سر اٹھایا وہ سامنے بیٹھا شخص جو دل کا مکین تھا کتنے قریب تھا دل جیسے ٹھہر سا گیا مگر قرار پھر بھی نہ آیا۔

"مگر آپ نے تو کہا تھا....." وہ آگے اور شکوہ کرتی مگر اس نے بات کاٹ دی یشرح اس کا سنجیدہ اور سچا چہرہ دیکھنے لگی۔

"بس جو کچھ کہا تھا اسے چھوڑو جو کہہ رہا ہوں اسے سمجھو تم مجھے دل سے قبول ہو اور خبیب رضا کو کوئی بھی انسانی طاقت اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتی اور یہ بھی یاد رکھنا میں اتنی وضاحت کبھی کسی کو نہیں دیتا جتنی تمہارے آگے کر رہا ہوں۔" اس چھوٹی سی نا سمجھ 'ضدی قدرے بے وقوف لڑکی نے تو اسے شاید پہلی ہی ملاقات میں زیر کر لیا تھا بس وہ خود سے چھپتا پھر رہا تھا مگر دل اس کی اس بچکانہ شدید محبت پر مغرور بھی بہت تھا مگر وہ اظہار کرنا نہیں جانتا تھا وہ تو جس دن حادثہ ہوا تھا اور وہ ذلیل شخص جب یشرح کے بال پکڑے اس کا نازک وجود کھینچ رہا تھا تب اس کا دل جیسے درد سے بھر گیا تھا وہ بنا آگے پیچھے دیکھے اس پر پل پڑا تھا جس نے اس کا معصوم چہرہ چھونے کی کوشش کی تھی ایک آگ تھی جو اس کا تن من جلائے جا رہی تھی اس پر ایک وحشت سوار تھی جب تک اسے ہوش نہیں آیا تھا وہ وہیں اس کے سرہانے کھڑا بے قراری سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"اب اٹھو اور جا کر کوئی چائے کافی بنا کر لاؤ ماما آتے ہوں گے..... اور دوبارہ مسقط جانے کی بات مت کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا....." شاید حالات کے تھپیڑے سہہ سہہ کر اس کا لہجہ ہی چٹانی ہو گیا تھا۔

"آپ سے برا اب بھی کوئی نہیں ہے۔" وہ منہ بسور کر اٹھ گئی وہ بے ساختہ ہی مسکرا دیا۔

"یہ لو تمہارے لیے امی نے بھجوایا ہے....." حبیب سے مخملیں کیس نکال کر اسے پکڑایا اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر لے لیا۔

دل مرجھا سا گیا کیا تھا — اگر کچھ خود ہی لے آتا چاہے ایک پھول ہی ہوتا یا پھر امی نے بھجوایا ہے نہ کہتا بیوی تھی وہ اس کی لوگ محبوبہ کے لیے ڈھیروں گفٹ لے کر جاتے ہیں اس نے بے دلی سے کیس کھول کر دیکھا چھوٹا سا لاکٹ تھا خبیب اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا خود کو بھی تھوڑا سا افسوس ہوا حالانکہ صارم نے کتنا کہا تھا کہ کوئی گفٹ لے لیں موقع بھی ہے دستور بھی مگر وہ اپنے اصولوں کی خلاف ورزی کب کرتا تھا پر اب اس کے اترتے چہرے کو دیکھ کر وہ خود کو ملامت کرنے لگا یشرح آگے بڑھنے لگی جب ہی اس نے بے ساختہ پکار لیا۔

"یشرح سنو....." وہ پلٹ کر اس اونچے مغرور شخص کو دیکھنے لگی جانے کیسے اس کے ساتھ زندگی گزرتی جسے چھوٹی چھوٹی خوشیوں خواہشوں کا بھی پاس نہ تھا چلو وہ تھا تو اس کا دل نے اسے سمجھایا تھا وہ اٹھ کر اس کے قریب گیا۔

"کیا میری محبت میرے الفاظ تمہارے لیے کافی نہیں ہے تم ان مادی چیزوں کی خواہش مند ہو جسے پہن کر تم خوش ہو سکو کیا میرا نام تمہاری محبت کا ضامن نہیں ہے میں تو اس زمین پر خدا کا بہترین عطیہ ماں کے بعد تمہیں سمجھتا ہوں تم خدائی تحفہ ہو میرے لیے کیا میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہوں۔"

اس کا گمبھیر لہجہ اور سچائی کے نور سے پر آواز نے سماعت کے ساتھ ساتھ دل میں بھی پھول کھلا دیے جو کسی بھی قیمتی تحفہ سے انمول تھے مرجھایا دل کھل کر ہنسنے لگا تھا اس رب نے اسے اس شخص کی رفاقت سے نوازا تھا جو واقعی اس رب کا تحفہ تھا جس پر وہ جتنا نازاں ہوتی اتنا کم تھا۔

☼ ☼